تقریظِ مصباح الہدایت

والیانِ لکھنؤ اور بعد کے دور میں سنگی مطبعوں کی تاریخ سے متعلق مستند معلومات

تقریظ نگار	:	محمد ظہیر الدین بلگرامی
فارسی سے تلخیص و ترجمہ	:	سیّد محمد سلیم
تعلیقات	:	ڈاکٹر معین الدین عقیل

عرضِ مترجم:

تصوف کی مشہور و معروف کتاب "عوارف المعارف" (۱) ہے۔ اس کا فارسی ترجمہ "مصباح الہدایت" (۲) کے نام سے قدیم زمانے میں محمود بن علی الکاشانی نے کیا تھا۔ (۳) مطبع نول کشور لکھنؤ سے یہ ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں شائع ہوا تھا۔ (۴) اس کے آخر میں "تقریظ المطبع" کے نام سے محمد ظہیرالدین بلگرامی (۵) نے ہندوستان میں مطبع کے ابتدائی دور کی تاریخ بڑی تفصیل سے لکھی ہے۔ تقریظ بہت ہی معلومات افزا ہے۔ افادہ عام کے لیے اس کا اردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ سہولت کے لیے ذیلی عنوانات قائم کر دیے گئے ہیں۔

.... * * .....

سید محمد سلیم

ترجمۂ تقریظِ مصباح الہدایت

تقریظ المطبع:

مطبع اودھ اخبار (۶) کا حال دیکھا۔ مطبع کے تمام کاموں سے اور کتب دینی کی اشاعت میں خاص و عام کے لیے، دین و دنیا کا نفع (پیش نظر ہے) کسی طرح بھی طبع کی کفایت یا نفع پیش نظر نہیں ہے۔ شرح کرنے، حاشیہ لکھوانے، عربی سے فارسی میں ترجمہ کرانے، فارسی سے اردو نظم یا نثر میں ترجمہ کرانے، تصحیح، تصنیف، تالیف، رموز کے حل کرنے، صحت اور مصاحف کی تحقیقات میں ہزار رقم خرچ کی جاتی ہے۔ اور انتہائی احتیاط کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اور ہدیہ اور قیمت بہت کم۔ اور اکثر مصاحف اہل علم کے لیے بلاقیمت کر دیے ہیں۔ اور جن کا ہدیہ یا قیمت وصول کرتے ہیں، ان کی قیمت کاغذ سے بھی اندازاً کم ہوتی ہے۔ خیال کیا جائے کہ حاشیہ، ترجمہ، رسم الخط، تصحیح، نظم اور تفسیر .... ایک ایک نسخے پر کتنا خرچ آتا ہوگا، اور قیمت کتنی ہے۔ لوگوں کا نفع عام ہے نہ کہ مطبع کا نفع، یہی وجہ ہے کہ اس نیت کا ثمرہ اس مطبع کی ترقی کی صورت میں دیکھا جاسکتا ہے۔ لہٰذا کتاب پر تقریظ لکھنے کے بجائے کہ وہ مستغنی تقریظ ہے، اس مطبع کی تھوڑی سی تقریظ لکھی جائے، جو بیان واقع ہے، اظہر من الشمس ہے، آپ بیتی ہے، چشم دید ہے، بے اختیار اور بے ارادہ قلم سے ظاہر ہو رہی ہے۔

اردو طباعت کی مشکلات:

جاننا چاہیے کہ طباعت کے حروف۔ مفردات، پھر مرکبات و موصولات۔ سیسہ پگھلا کر ڈھالنا دانایان فرنگ کے متقدمین نے عرصۂ دراز سے ایجاد کیا ہے (۷) یہ انگریزی حروف کے لیے زیبا تر ہے۔ اس لیے کہ انگریزی حروف کی چھپائی کا رسم خط طرز و صورت میں جدا ہے۔ یہ انگریزی عبارات کے لیے مخصوص ہے۔ اور کتابت قلمی کے انگریزی حروف طرز و شکل میں جدا ہیں۔ جو سیسے کے حروف میں ٹھیک طور پر نہیں ڈھلتے۔ اس طرح ایسے مطبع سربی میں فارسی خط نستعلیق کو طبع کرنا کتابت کا خون کرنا ہے۔ قلم خفی کے اکثر حروف مفردات مثل دال و ذال و راء و زاء صفحات مطبوعہ پر واضح نہیں ہوتے۔ مرکبات بھی جوڑوں کی بے ترتیبی کی وجہ سے جیسا کہ ظاہر ہے، بگڑ جاتے ہیں۔ حسن کتابت قبح میں بدل جاتا ہے، حتیٰ کہ اس کا پڑھنا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے آخری زمانے میں متعارف خط فارسی نستعلیق کا مطابع سربی میں طبع کرنا موقوف ہو گیا۔ اور نسخ، ثلث و خط عربی سے بدل لیا ہے۔ اس لیے کہ خط نستعلیق کے مقابلے میں حروف مفردات دال، راء اس خط میں زیادہ واضح ہو جاتے ہیں۔

لیکن عبارت فارسی یا اردو عربی خط میں لکھنا خامے کی آبرو ریزی کرنا ہے۔ یہ اس طرح ہے کہ طلائے احمر پر الماس و یاقوت کے بجائے خزف ریزہ سے مرصع کاری کی جائے۔ پھر پڑھنے کی دشواری اس پر مزید ہے۔ یہ بھی جوڑوں کی بے ترتیبی سے خالی نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں کسی مرکب لفظ میں مثلاً لنبیتنہ میں جوڑوں کو سربی حروف سے ملایا جائے تو پہلے خواہ کاتب خوش نویس ہو یا کوئی اور، تعلیم یافتہ پریس مین کی مدد کے بغیر جوڑوں کی ترتیب نہیں دے سکتا۔ دوسرے، تعلیم یافتہ پریس مین بھی خوشخطی اور جوڑوں کی ہمواری کو برقرار رکھنے سے عاجز ہے۔ اس خرابی کے باوجود تعلیم یافتہ پریس مین کمیاب بلکہ نایاب ہیں۔ اور مطبع سربی کی مشین کے بوجھ اٹھانے اور لادنے کا بار بھی اس قدر زیادہ ہے کہ جرثقیل برائے احمال اثقال مطبع سربی درکار۔

مطبع مرتضوی:

۱۲۳۵ ہجری (۱۸۲۰ء) میں بادشاہ اول تخت نشین ملک اودھ یعنی شاہ زمن غازی الدین حیدر (۸) خلدمکان انار اللہ برہانہ، نے شیخ احمد یمنی (۹) افصح العرب کو ہزار روپیہ ماہوار مشاہرہ پر اور کاتب الحروف کے عم مولوی اوحدالدین (۱۰) صاحب "نفائس اللغات" (۱۱) اور قاضی محمد صادق خاں اختر (۱۲) کو پانچ پانچ سو روپیہ مشاہرہ پر، علوم علویہ و دراسیہ، لغویہ کتب تصنیف و تالیف کرنے کے لیے ملازم رکھنے کا حکم دیا۔ ان کے لیے چاہا کہ ایک مطبع بنام "مطبع مرتضوی" (۱۳) لکھنؤ میں قائم کیا جائے۔ جب تک مطبع سنگی زیر قلم کاپی نویسان نے ترقی نہیں کی تھی۔ سلطان وقت کے حکم سے کاتب الحروف سامان و آلات اور حروف سربی مملوکہ و مرتبہ شیخ احمد عرب کلکتہ سے لایا۔ (۱۴) سترہ ہزار روپیہ صرف

رستہ کی بار برداری میں دے گئے۔

کتاب لغت "ہفت قلزم (۱۵)"، "تاج اللغات" (۱۶)، "محامد حیدریہ" (۱۷) و "مناقب حیدریہ (۱۸)" وغیرہ کتب انہی حروف ثلث عربیہ سے اس کاتب کے والد (۱۹) کے اہتمام سے طبع ہوئی تھیں۔ ان کتابوں کا حجم عربی حروف کے بڑے ہونے کے سبب بہت تھا۔ فقط ایک نسخہ "ہفت قلزم" جو سات جلدوں میں، چالیس سطری تھا، اگر ایک شتر بار نہیں تو ایک قاطر سے کم بھی نہیں۔ اس مطبع سربی (سیسہ) کی گراں باری اس قدر تھی۔

آخر ۱۲۴۱ھ (۱۸۲۵ء) میں شیخ یمنی کے تعلقات بادشاہ سے خراب ہو گئے۔ نوبت مطبع کے خاتمے تک جا پہنچی۔ ایک دم زدن میں مطبع، اہلِ مطبع، تمام عملۂ ملازمین، پریس مین آمدہ کلکتہ، جلاوطن ہو کر کانپور پہنچے۔ کاتب الحروف کے عم (۲۰) و خال (۲۱) اور اکثر عزیزوں نے ناگزیر رفاقتِ شیخ عرب میں جلاوطنی اختیار کی۔ چند روز بعد حضرت شاہ زمن خلدمکان کو مطبع کے شوق نے بے اختیار کر دیا۔ شیخ عرب سے مطبع سربی خرید کرنے، تعلیم یافتہ پریس مین حاصل کرنے کی التجا کرنے کی اجازت غیرتِ بادشاہی نے نہ دی۔

حضرت اقدس کے حاضر باشوں میں کسی شخص نے، دشواریوں کے پیش نظر اور ایسے صاحب علم علماء کے حاضر نہ ہونے کے سبب اور تعلیم یافتہ پریس مین کی نایابی کے سبب، ازسرنو تمام سامان حروف مطبع لکھنؤ شہر میں تیار کرنے کی جرأت نہیں کی۔ اور کثیر مصارف اور طویل مہلت کی درخواست کی۔ کہ ایسے علماء افصح العرب و العجم، اور ایسا سامان مطبع ازسرنو تیار کرنا مدتِ دراز کی مہلت چاہتا ہے۔

نئے مطبع کا قیام:

اس کے بعد حضرت شاہ زمن کی نازک مزاجی سے اپنے اوپر لرزاں، کہ ایک حرف خلاف طبع جیسا کہ شیخ یمنی سے سرزد ہوا، باوجود تقربِ خاص کے، ثریا سے تحت الثریٰ پھینک دیتا ہے، یہاں تک کہ قرعۂ فال اس دیوانۂ ظلوم و جہول کے نام نکلا۔

یہ ناتجربہ کار، ظلوم و جہول ناکارہ، عنفوان شباب، ۱۹سالہ اور مرض جنوں زدہ جس کی حکایات ابھی تک زبان زد عوام ہیں۔ اس نے دعویٰ کیا کہ پانچ ہزار روپیہ کے صرف سے ایک ماہ کے اندر مطبع کا سامان پہلے سے بہتر، اور فضلائے زبان داں اور تعلیم یافتہ پریس مین کو انشاء اللہ تعالیٰ مہیا کر سکتا ہوں۔ مجلس میں حاضر لوگ اس مجنوں کی بیہودہ رائے پر ہنسے اور طعن کیا۔ دوست غمگین ہوئے۔ درستی کی خاطر التوا، اہمال اور عدم اجرائے امر محال پر گفتگو کی۔ لیکن کام نہیں بنا۔ فوراً بادشاہ کے حکم سے پانچ ہزار نقد اس فضول گو کے سامنے رکھ دیے گئے۔ اور تعمیل کے لیے وعدہ کے مطابق عجلت کی۔ اس موقع پر صرف اس بات کے ذکر کرنے سے کہ ایک مناسب مکان مطبع اور سامان مطبع کے لیے دیا جائے، اس سے بھی کوئی مہلت نہ ملی۔ فوراً کوٹھی خاص (۲۴) جو کوٹھی خمدار کے نام سے مشہور تھی، اس کام کے لیے مخصوص کر دی گئی۔

چونکہ تمام کارخانوں پر پورا اختیار دفتر وزارت کے سکرٹری (کذا) کے ذریعے پہلے ہی حاصل تھا۔ اللہ کی عنایت سے ، مدت موعود سے کم عرصے میں ، تمام سامان جیسا کہ چاہیے سابق سے بہتر مہیا ہوگیا۔ علماء کے سلسلے میں عم و خال جو ابھی تک کانپور میں تھے مع تعلیم یافتہ پریس مینوں کے ، دو تین روز میں لکھنؤ پہنچ گئے ، اور تین علماء نامی گرامی مثل مولوی فضل امام صاحب (۲۳) ، مولوی جعفر علی صاحب (۲۴) ، مولوی محمد اسمٰعیل صاحب (۲۵) ، جن کے علوم کی تفصیل کے لیے دفتر چاہییں ، وہ دو سو روپیہ مشاہرہ پر خوشی سے تیار ہوگئے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے ناکامی کا گمان کرکے سلطان وقت کو وعدے کی مدت ایک ماہ ختم ہونے پر یاد دہانی کی ، تو چونکہ مطبع بارگاہ خاص کے قریب تر تھا ، اس لیے وہ خراماں خراماں تشریف لے آئے۔ یہاں عنایت الہیٰ سے تمام سامان مہیا تھا ، پریس مین اور عملہ بروقت حاضر تھا۔ ارشاد ہوا کہ اس وقت کوئی عبارت نثر یا نظم بادولت کے روبرو طبع ہو۔ تجویز عبارت کے لیے حاضرین میں سے ہر شخص نے مشورہ دیا کہ فی البدیہہ اس مجنون کی زبان پر یہ اشعار آگئے :

شاد در طبع چہ خوش طبع نمودی ایجاد ۔۔۔ باد اے شہ عصر طبع طباع تو شاد

اے بر طبع پاک تو صد رحمت باد ۔۔۔ مطبوع زمانہ است ای طبع جدید

جب تک کہ میں ان چار مصرعوں کو کتابت میں لاؤں فوراً کہنہ مشق پریس مینوں نے آناً فاناً ان کو طبع کر دیا اور حضرت اعلیٰ و اقدس کے حضور میں پیش کر دیا۔ اعلیٰ حضرت نہایت خوش اور راضی ہوئے اور زبان مبارک سے استحسان اور پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ حاسد اور عیب جو اپنی عادت سے باز نہیں آئے کہنے لگے کہ یہ رباعی پہلے سے کسی اہل زبان شاعر سے تصنیف کرا کے حافظے میں یاد رکھی تھی۔ ہم کیسے یقین کریں کہ یہ فی البدیہہ کہی گئی ہے۔ حضرت اقدس نے فراست سے جان لیا اور کہا کہ یہ حاسد لوگ نیش زنی سے باز نہیں آئیں گے۔ اور ان حاسدوں کے حسد کے باوجود اس محسود پر نوازش فرمائی۔ وہی پانچ ہزار روپیہ جو روز اول مطبع کی تیاری کے لیے مرحمت ہوئے تھے ، اب ماہوار اجراء ہونے لگے۔ علماء اور عملے کے مشاہرے بھی اجراء ہوئے۔ سارا کام اس نالائق کے سپرد کر دیا گیا۔ اس حال میں یہ مصرعہ کسی قدیم استاد کا مناسب حال پاکر ذہن میں آگیا :

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

جیسے ہی یہ آہستہ سے میری زبان سے ادا ہوا ، حضرت اقدس کے کانوں تک پہنچا۔ حاضرین کو تضمین کا اور کمترین کو طباعت کا حکم ملا۔ حاضرین میں سے ایک نے اس کاتب کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت نے فرمایا چونکہ اس نے کسی زبان داں شاعر سے التجا نہیں کی ہے ، یہ کیسے فی البدیہہ کہہ سکتا ہے۔ غرض کہ حاضرین ابھی قافیہ اور ردیف کی فکر میں تھے ، کہ کاتب الحروف نے چار مصرعے پریس مینوں کو دیے جو قریب کھڑے تھے۔ انھوں نے طبع کرکے پیش کر دیے۔

نظیر کعبہ شود دیر گر خدا خواہد ۔۔۔ شکستہ پا بکند سیر گر خدا خواہد

بدون پر بپرد طیر گر خدا خواہد ۔۔۔ بہ ار یگانہ شود غیر گر خدا خواہد

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

اس پر مزید ایک مصرعہ بے اختیار زبان پر آگیا۔

حسود شد سبب خیر از مراحم شاہ

الغرض بادشاہ وقت کا غیر معمولی شغف ترویج و تدوین و تالیفات و تصنیفات و اشاعت کتب علمیہ اس حد تک تھا کہ یک روزہ صحبت کا حال جو خود مجھ پر گزرا تھا وہ درج کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ہر عہد میں سلاطین اودھ کا شغف یوماً فیوماً مطبع اور طباعت کتب کی ترقی کی صورت میں ظاہر ہوتا رہا۔

مطبع سنگی:

یہاں تک کہ مطبع سنگی کے آفتاب نے مطلع رنگیں سے طلوع کیا۔ اور مطبع سربی پر خاک ڈالی۔ اس وجہ سے کہ خوشنویس کاپی نویس کی روز بروز قدردانی بڑھ رہی ہے، کاتب الحروف نے بھی اول منشی عبدالحق (۲۶) کو جو خط نستعلیق اور ثلث میں میر عماد (۲۷) اور یاقوت (۲۸) کے ہم مرتبہ تھے، اپنے مطبع میں مقرر کیا۔ او راپنے ماموں زاد بھائی کو جس کا نام تاریخی ظہور حسن (۲۹) تجویز کردہ کاتب ہے، مولوی محمد یحیٰ (۳۰) اور مولوی محمد اکرم (۳۱) کے پاس مشق کتابت کے لیے دیدیا۔ یہ مطابع سنگین خوبی، صفائی اور خوشخطی کے باوجود مطبع سربی سے زیادہ مصارف یا بار بوجھ نہیں رکھتے ہیں، نہ تعلیم یافتہ پریس مینوں کے محتاج ہیں۔ اس وجہ سے روز بروز ارزاں و بے قدر و بازاری ہو گئے ہیں کہ:
چو خرمہرہ بازارہا پُرشدند۔

مطبع کے نقصانات:

غایت ارزانی سے ایک بڑی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ سیکڑوں مطابع مٹ گئے اور مطابع کے بانیوں نے نقصانات برداشت کیے۔ مطابع کی کثرت ہو گئی۔ اصل سرمایہ بضاعت کو نفع کی تمنا میں لگا دیا۔ اب نان شبینہ کے محتاج ہو گئے:

بیچارہ خر آرزوے دُم کرد نایافتہ دم دو گوش گُم کرد

صورت منافع کثیر کم بضاعت ناکارہ لوگوں کی ابلہ فریبی ظاہر ہے، کہ ایک کاپی کے ہزاروں صفحات تھوڑی مدت میں مہیا ہو جاتے ہیں۔ جب اس بات کو کم بضاعت بیوقوفوں نے دیکھا، انجام کار پر نظر نہ کی۔ نفع کی طلب میں اصل مال قلیل بضاعت بھی برباد کر دیا۔ اس نقصان کی اصل بنا ناکارہ لوگوں کے لیے یہ ہے کہ جو شے صرف کرنے سے اصلی حالت پر باقی نہیں رہتی ہے، اس کا شاہد تمام زمانہ ہے۔ وہ سب کو درکار ہے مثل اقسام ماکولات، ملبوسات۔ ایسی تجارت میں فائدہ بالفعل ہے۔ ابلہ فریبی مثل

مطبع سنگین نہیں ہے۔ کہ ایک نسخے سے ہزارہا رقم قلیل عرصے میں مہیا ہو مگر نقصان کم تر۔ اور ثبات و ترقی و افزونی بیشتر صرف میں آتی ہے۔ اور عام بندگان خدا کو درکار ہوتی ہے۔ بخلاف اس کے کہ ایک نسخہ سالہاے دراز تک باقی رہتا ہے اور دیکھنے اور مطالعہ کرنے کے لیے عام بندگان خدا کے لیے مدتوں کفایت کرتا ہے۔ اور خرچ اس پر بس یہی مطالعہ عینی اور آنکھ سے دیکھنا ہے۔ اس صرف سے کوئی کمی واقع نہیں ہوتی کہ یہ خوردنی یا پوشیدنی نہیں ہے۔

پس اگر ایک کتاب کے' مطبع سنگین کی بدولت ہزارہا نسخے بن گئے۔ سوائے اس کے کہ خرمہرہ کی طرح بازار اس سے پُر ہو گئے، اس میں فائدۂ تجارت کہاں۔ اس لیے کہ جس قدر نسخوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اسی قدر قیمت میں کمی آتی جاتی ہے۔ اس لیے کہ خرمہرہ (کوڑیاں) تو بہر کیف استعمال میں آتی ہیں اور کام میں آتی ہیں اور نسخۂ کتاب جب ایک مرتبہ مطالعہ کر لیا وہ بیکار ہو گیا اور مطالعہ کرنے سے اس میں کمی نہیں آتی۔ وہ بدستور موجود رہتا ہے۔ اس لیے اس شے کی تجارت اگرچہ وہ بڑھ کر ہزار ہو گئی ہے۔ مگر چونکہ خرچ نہیں ہوتی جس قدر زیادہ نسخے ہوتے ہیں ان کی حفاظت اور احتیاط اہل مطبع کے لیے وردِ سر بن گئی۔ اور یہ تمام نقصانات سے زیادہ ہے۔ طمع منافع کی زیادتی، عجلت پر نظر اور کثیر تعداد میں نسخے فراہم کرنے نے اس امر پر آمادہ کر دیا کہ تصحیح، مقابلہ، معائنہ کاپی پروف پر توجہ خاطر اور صرف کثیر بے دریغ کیا اور مصنف کا وبال تمام نقصانات پر غالب رہا۔ سیکڑوں مطابع تیار ہو گئے، اور ان کے بانی اپنی قلیل متاع کو اپنی حماقت کی نذر کر گئے۔ محتاج ہو گئے۔ پھر نسخہ کتابوں کا بار، کرایۂ مکان، سیلاب، آتش، دیمک مزید، یہی وجہ ہے کہ اکثر مطابع نے بعض تازہ، مفید عام اور مقبول عام نسخوں کی اشاعت سے کچھ عرصہ ترقی کی پھر اس بلائے مرض مزمن میں مبتلا ہو گئے اور تباہ ہو گئے۔

یہاں تک کہ سرکار دولت مندان، صاحب ریاست، پہلے بلند حوصلگی، اور کسی کتاب کے اشتیاق سے خواہ اپنی تصنیف ہو خواہ روزنامچہ، خواہ سوانح عمری اپنی ہو، اگر ولولۂ اشتیاق سے پورے اہتمام کے ساتھ اور صرف کثیر کے بعد مطبع قائم ہو گیا۔ لیکن جب مطبوعہ کتب سے ذخیرہ لبریز ہو گیا، تو سارا مطبع اور تمام مطبع کا عملہ معطل اور بیکار ہو گیا۔ بلکہ بار سر ہو گیا۔ اور بیکار کتب کا ہجوم مزید بار۔ اس وجہ سے کہ یہ کارخانہ اول چند روز زور شور سے ترقی پھر روز بروز مائل بہ تنزل۔ پھر اس میں بہت کم فراغ دیکھا گیا۔

اب اس کے خلاف اصل کلام پر آتا ہوں۔ ایسے کارخانے سریع الزوال جو عقلی اور بدیہی دلائل سے روز بروز رو بہ تنزل ہیں مثلاً مشہور شاہی کارخانے آغاز میں بہت شور و غل کے باوجود اور مصارف خطیرہ کے باوجود جس کا ذکر اوپر ہوا ہے، ان کا نام و نشان چند روز میں باقی نہ رہا۔ سلطنت اودھ کے دور میں، باوجود سلاطین اودھ کے قلبی لگاؤ کے، سوائے کوئی کتاب فرمائش سرکار طبع ہوتی یا مصاحف وقف طبع ہوئے، کمتر جاری دیکھا گیا۔ قدماء کی مشہور کتب احادیث، تفاسیر، شریعت، تواریخ و دینیات، درس حکمت، طب و لغت وغیرہ جو عوام کے لیے مفید اور کارآمد ہیں کبھی طبع نہیں ہوئیں۔ بس اہل مطبع کی تنخواہ کا خرچ جاری تھا۔ لیکن طباعت کا کام کم تر۔ تمام اہل مطبع بیکار محض۔

سرکار کے حکم کے منتظر امتیازیوں کے زمرے میں شامل ، مجراگاہ سلطانی میں حاضر ہوتے تھے۔ جب اتنے بڑے شاہی کارخانے کا یہ حال ہوا تو دوسرے کم بضاعت اور ناکارہ لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ یہ حال تمام مطابع سنگیں کا ہوا ، خط کی تمام خوبی اور آسانی کے باوجود۔

مطبع نولکشور:

ان کے مقابلے میں روز افزوں ترقی اور خاص و عام دور و نزدیک کو افادۂ فیض ، مطبع اعظم اودھ اخبار (نولکشور پریس) انصاف کی نظر سے دیکھنے کے قابل ہے ، کہ تمام خاص و عام مطبعوں کے مقابلے میں کیا مرتبہ رکھتا ہے ، اور کیا فیض عام جاری ہے ، روز بروز ترقی ہے۔ اور اس مطبع کا یہ فیض عام صرف اس ایک شہر لکھنؤ تک محدود نہیں ہے ، بلکہ اس درخت فیض کی جڑ ضرور لکھنؤ میں ہے۔ لیکن اس کی شاخیں طوبیٰ کی شاخوں کی طرح اکثر دیا روا مصار میں پہنچ چکی ہیں۔ (۳۲) ایک دنیا کو فیض یاب کرتی ہیں۔ اور اس کے پھلوں سے ، کیا کہوں ، کوئی فرد خواہ مبتدی ہو یا منتہی ، بے بہرہ نہ رہا ہوگا۔

ع یکساں ہمہ جاست تاب خورشید منیر

انصاف درکار ہے کہ ابتدائے ایجاد اور رواج مطبع سنگیں سے لے کر آج تک کسی مطبع میں اتنی ترقی اور فروغ نہ دیکھا نہ سنا ہے جو عقلمند کے لیے حیرت اور مطبع کے رشک کا مقام ہے۔ اور رشک و حسد کیوں نہ ہو کہ عام اہل مطبع کو ہر حال میں ترقی آمدنی ، کفایت و تخفیف معارف پر نظر ہوتی ہے نہ افادہ خلایق اور اشاعت علوم پر۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مہملات عامیانہ بازاری مثل " موش نامہ " ، و " گربہ نامہ " ، و " اچار موشاں " (۳۳) و " اندر سبھا " (۳۴) وغیرہ بار بار طبع کرتے ہیں تاکہ بچے اور عام بازاری خرید کریں۔ اور مدارس اور کالج والے اس قسم کی مہملات کو اپنے مدرسے میں آنے کی اجازت نہیں دیتے ، اور اگر دل مضبوط کرکے ، کوئی مشہور یا بڑی کتاب دین کی طبع کی ، خواہ مصحف عزیز کی جانب توجہ کی ، اس میں بھی نفع قیمت پر تخفیف و کفایت معارف مطبع مقدم ہوتے ہیں نہ کہ خلائق کا نفع یا آخرت کا ثواب۔

اس صورت میں مصارف کا بوجھ برداشت کرنے ، علمائے فاضل فراہم کرنے ، اور مصحح و حفاظ کامل حاصل کرنے کے لیے اگر زر بھی کھیسے میں ہو مگر دل کہاں سے لائیں۔ اسی وجہ سے ہزاروں مصاحف اتنے غلطی و تحریف و تصحیف و سہو کتابت سے شائع ہوئے۔ اور دور دراز مقامات عرب و عجم میں شائع ہوئے کہ حکام اسلام بلاد عرب و سلاطین مصر و بغداد و قسطنطنیہ وغیرہ نے عام منادی اور سخت تاکید کردی کہ ہرگز ہرگز بلاد عجم کے مطبوعہ مصاحف کوئی شخص ہدیہ میں نہ لے ، نہ تلاوت کرے نہ کوئی تاجر ہدیہ میں لائے۔ بہت سے لوگوں نے نادانستہ ہدیہ میں لے لیے تھے ، وہ سب ضبط سرکار اور ممنوع تلاوت قرار پائے۔ اس لیے وہ مطابع والے جو قلیل البضاعت اور کم ہمت تھے جو نظر منافع پر اور مصارف مطبع کی کفایت پر رکھتے تھے ، سوائے حسرت و نقصان اٹھانے کے اور خاموشی کے اور کیا کر

سکتے ہیں۔ اس لیے کہ اسلام کی خدمت کے نام کے ساتھ اس کار خیر میں نیت محض نفع اور کفایت پر تھی نہ کہ اخروی ثواب پر۔ اور اس عالم بذات الصدور (دلوں کا بھید جاننے والے) کی نظر ہر حال میں دلوں کی نیت پر رہتی ہے نہ کہ عبادت ریائی پر۔ پس اس کا نتیجہ دنیا میں یہ کہ طباعت سے ضرر و حسرت اٹھائی اور سینکڑوں مطبع تباہ ہو گئے۔ اور اتنی ساری مطبوعہ کتب کا ذخیرہ بلائے جاں بن گیا۔ اور آخرت کا معاملہ بھی ظاہر و واضح ہے۔

اب اصل کلام کی طرف آتا ہوں ، کہ پست ہمت قلیل بضاعت ، جو اسلام کا نام رکھتے ہیں اور اسلامی دینیات کے معاملات میں ایسا حال رکھتے ہیں کہ نگاہ منافع دنیوی اور کفایت معارف مطبع پر ہوتی ہے ، نہ کہ انجام کار پر اور مواخذہ اخروی پر۔ پس ایسے مطبعوں میں خیر و برکت ، روز افزوں ترقی ثبات و بقا اور ثواب آخروی کی کیسے امید کی جاسکتی ہے :

جو کاشتہ ام ، امید گندم دارم　　　این ہم چہ حماقت و چہ بیجا طلب است

اب اس حال کے مقابلے میں اس مطبع کو اپنی آنکھ سے ایسا پایا۔ بڑے معرکے معارف عظیم سے اور کوشش بلیغ سے سرکیے۔ اور وہ احکام حکام عرب و بلاد عرب کے یعنی ہدیہ و تلاوت مصاحف مطبوعہ بلاد عجم ممنوع تھیں ، اس کو منسوخ کرایا۔ ہزاروں مصاحف قلم خفی و جلی اور اوسط طبع کرا کے وہاں بھیجے۔ اہل عرب کے شبہاتِ غلطی اس مطبع کی صحت مصاحف نے رفع کر دیے۔ ان کو وقف عام اور ہدیہ کر دیا کہ حجاج کعبہ و زوار مدینہ ان مصاحف کی قدر و منزلت و اعزاز اور صفات صحت اہل عرب کی زبانوں سے سنی اور دیکھی۔ کاتب الحروف کو مسلسل پسندیدگی کی اطلاع ملی ہیں کہ اکثر مصاحف میں تصحیح اور تقریظ اول و آخر چند اوراق اس کے (راقم کے) قلم اور مہر سے لکھے گئے ہیں۔ مضامین واقعی چشم دیدہ قلم بند کیے گئے ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی طول چاہتی ہے۔ جابجا تقریظوں میں اکثر مصاحف میں بقدر ضرورت مقامات اور خاص طور پر کتاب "ترغیب الفرقان" (۳۵) میں جو ناظرین کے لیے اور قارئین کی رغبت کے پیش نظر دو مرتبہ طبع ہو چکی ہے۔ (۳۶) اس نامہ سیاہ کے قلم سے لکھے جاچکے ہیں۔ اور وقفِ عام کر دیے ہیں۔ وہاں دیکھنا چاہیے۔

پس تھوڑا انصاف چاہیے کہ ایسا نمایاں کارنامہ ، معارفِ فراواں اور بلند ہمتی اور حمیتِ اسلام کسی مطبع اہل اسلام میں ـــ جن کے مطبوعہ قرآن مجید ممنوع خرید قرار دیے گئے تھے ـــ دیکھی نہ گئی۔ بعض اصحاب نے انصاف کا خون بہایا ہے ، تعصب مذہبی کے مقام پر آکر ، مصاحف کی تقریظ لکھنے والے اس کاتب کو الزام دیا ہے کہ تقریظ اور مدیح ایسے مطبع کی جس کا کارفرما اہل اسلام سے نہ ہو ، اس شد و مد کے ساتھ تحریر کرتا ہے۔ اور اپنے ابنائے جنس کے مطابع کے مصاحف کی تقریظ جو اہل اسلام سے ہیں ، توجہ نہیں کرتا۔ اس کے جواب میں بس یہی ایک سخن کافی سمجھا گیا :

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد　　　فدائے یک تن بیگانہ کاشنا باشد

غضب ہے کہ ہم ابنائے جنس اہل اسلام کو طمع نفع خود اور کفایت معارف مطبع کی بنا پر ،

تحت مصاحف اور مواخذہ اخروی پر نظر نہ ہو، یہاں تک کہ نوبت امتناع ہدیہ بلاد عرب میں پہنچ جائے۔ اس کے مقابلے میں غیر اسلام کی اس ہمت و حمیت کا اندازہ لگائیے کہ قریب پچاس ہزار نسخے مصاحف نو اقسام اقلام خفی و جلی و اوسط و حمائل باترجمہ حامل متن از شاہ عبدالقادر (۳۷) رحمۃ اللہ علیہ و مولانا رفیع الدین (۳۸) رحمۃ اللہ علیہ و بلا ترجمہ و بہ تحشی رسم الخط و فوائد آں، طبع کرائے۔ اور عام بلاد عرب میں اتنے ارزاں کرائے کہ کہ حکم امتناع منسوخ کر دیا گیا اور پسندیدگی کی خبر حجاج و زوار سے متواتر سنتے ہیں۔ اور جو کچھ احتیاط و پاس آداب مصاحف اس مطبع میں دیکھا گیا ہے کتابت قلمی میں، کم تر شنید کیا گیا ہوگا۔ کاپی نویس مسلمان حافظ الصلوۃ، با وضو مصلے پر بیٹھ کر رو بقبلہ لکھتے ہیں۔ پریس مین بھی اسی پر قیاس کر لیجیے۔ مصححین کاملین، حفظ مراتب اور خدمت گزاری ان کی کیا بیان کی جائے کہ ابھی تک کوئی کلام مجید ایسی تصحیح کے ساتھ طبع نہیں ہوا ہے۔ اصل مصحح ذرّیت مولوی محبوب علی شہید مرحوم یعنی مولوی محمد مخدوم مرحوم (۳۹) اب دنیا میں باقی نہیں ہیں مگر تنخواہ مصحح مغفور کے بیٹوں کو ابھی تک مطبع سے بے شرط خدمت جاری ہے۔

تقریظ نویسی:

اور صاحب مطبع کی احتیاط اس سلسلے میں اس حد تک دیکھی گئی ہے کہ ایک کامل استعداد عالم جو تصحیح مصاحف و کتب فقہ و احادیث میں کافی ذوق رکھتے تھے، مقدار قلیل پر راضی ہو گئے۔ مطبع لکھنؤ اور کانپور تصحیح و تدقیق جیسی کہ چاہیے حاصل کرنے کے لیے، دخل و اختیار رکھتے تھے۔ وہ بزرگ بے گناہ اچانک مطبع سے موقوف ہو گئے۔ دوسرا جو اتنی استعداد نہیں رکھتا تھا، زیادہ مشاہرہ پر اس کی جگہ مامور ہوا۔ جب بے وجہ موقوفی کا سبب دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس بزرگ کے تقویٰ اور طہارت میں فتور آگیا تھا اور ان کا شمار بل انتم قوم مسرفون میں ہو گیا تھا۔ تو مطبع نے کفایت کے پیش نظر موقوف نہیں کیا بلکہ شبہہ تقویٰ اور آداب تصحیح مصاحف کے منافی محسوس کرکے ملازمت موقوف کر دی۔ اس مضمون کی تقریظ اس مصحف کے ساتھ راقم نے لکھ دی ہے۔

یہ حال احتیاط اور حفظ آداب مصاحف اور مصارف کثیر اس کام میں خوشدلی اور کشادہ قلبی کے ساتھ دیکھ کر، قلم کسی کی درخواست کے بغیر تقریظ مصاحف پر اٹھایا گیا۔ آج اشاعت، ترویج، توضیح، تشریح، ترجمہ، تالیفات، تحشی، تصحیح، تصریح کتب مبسوطہ معتبرۂ قدیمۂ عربی سے فارسی اور فارسی سے اردو مثل کتب احادیث "صحاح ستہ" (۴۰) "وقسطلانی" (۴۱) "و بحر موّاج" (۴۲) و "احیاء العلوم" (۴۳) "وہدایہ مع ترجمہ و شرح فارسی" (۴۴) و "و فتاویٰ عالمگیری" (۴۵) و "کنز المسائل" (۴۶) و "مدارج النبوت" (۴۷) و "جذب القلوب" (۴۸) و "تفسیر حسینی" (۴۹) و "مشارق الانوار" (۵۰) و شرح وقایہ فارسی" (۵۱) و "فج الفج" (۵۲) و "تفسیر بیضاوی" (۵۳) و "صحیح مسلم مع شرح نووی" (۵۴) و "صحیح بخاری مع شرح قسطلانی" (۵۵) "دس جلدوں میں طبع ہوئی ہیں (۵۶)۔ اور "مشارق الانوار مع ترجمہ" (۵۷) و "فتوح الشام" و "فتوح المصر" و "فتوح العجم" و

" مغازی (۵۸) واقدی " رحمہ اللہ علیہ و " جامع الرموز (۵۹) " مفصل چار جلدوں میں (۶۰) و " خلاصۃ الکشاف (۶۱) " کہ کلام اللہ کے تمام الفاظ کے اعراب کی تصحیح پر ہے۔ " تفسیر کشاف (۶۲) " و " فتاویٰ کنزالدقائق" (۶۳) و " مجمع بحار الانوار (۶۴) " و " ترجمۂ کنزالدقائق اردو" (۶۵) و " ترجمۂ مدارج النبوت اردو (۶۶) " ۔ " عینی شرح ہدایہ " (۶۷) " شرح فتح القدیر مع تکملۂ ہدایہ " (۶۸) علیٰ ہذا۔

صرف " فہرست مبسوط دینیات اسلام " (۶۹) جو اجمالی نظر سے دیکھی گئی ہے سات ورق تک صرف اسمائے کتب دینیات لکھے گئے ہیں اور دو سو ستر ان کو شمار کیا گیا ہے۔ وقت کم تھا ورنہ چند کتابوں کے نام نمونے کے طور پر درج کرتا اور بھی ہیں کتب درس و فقہ و تصوف و لغت و تواریخ اسلام کی کہاں تک شرح بیان کی جائے ۔ مثلاً یہی کتاب " روضۃ الصفا " (۷۰) جو مشہور ضخیم تاریخ ہے سات جلدوں میں لکھی گئی ہے۔ یہ سابق زمانے میں مطبع بمبئی (۷۱) میں چھپی تھی۔ یہاں لکھنؤ میں بہ زمانۂ حضرتِ قبلۂ عالم و عالمیاں جانِ عالم (۷۲) قدس اللہ سرہ ، ساٹھ روپیہ فی نسخہ بصدمنت خرید کی گئی تھی۔ اب ایسی ضخیم کتاب ایک جلد اوراق کلاں بخط واضح خوشخط میں لکھواکر اور ارزاں قیمت دس روپیہ پر عام کر دی ہے۔ اس طرح عربی کی بڑی بڑی کتابیں مذکور شدہ ، عربی سے فارسی ترجمے میں ، حامل متن ، مطلب خیز لائی گئی ہیں۔ کتنے بڑے مصارف ہوئے ہوں گے۔ پھر ان کو اوزاں قیمت پر فروخت کیا۔ سینکڑوں مصاحف بلا قیمت عام کر دیے ہیں۔ انصاف درکار ہے کہ اس جگہ نظر مطبع کے منافع پر ہے کہ منافع دنیوی و دینی خاص و عام پر ہے۔ بس ایسے مطبع نافع عام کو کیوں نہ روز افزوں ترقی ہوگی۔ نفع عام اس کتاب " روضۃ الصفا " سے ظاہر ہے۔ اس کا حجم مشہور ہے۔ کہاں ساٹھ روپیے کہاں دس روپیے۔ اسی پر اوروں کو قیاس کرو۔ یعنی دوسری اسلامی کتب مذکورۂ بالا۔ خاص طور پر تصحیح مصاحف ترجمہ شرح تحشی و تفسیر عربی سے فارسی اور فارسی سے اردو اور اردو سے نظم میں لانا جس کا نمونہ " تفسیر زاد الآخرہ اردو " (۷۳) ہے۔ اور نمونۂ نثر ترجمۂ اردو " کیمیائے سعادت (۷۴) " بنام " اکسیر ہدایت " (۷۵) و ترجمۂ اردو " مدارج النبوت " بنام " مناہج النبوت (۷۶) " ہے۔ اور ایسے بڑے کاموں کے لیے بزرگ علماء اور نادر فضلاء حفاظ و قراء مسلم الثبوت دور دراز علاقوں سے بڑی تلاش و جستجو کے بعد فراہم کیے ہیں۔ ایسے بڑے کاموں میں جن کے لیے مدت درکار ہے۔ مثلاً ترجمہ تفسیر ، تشریح و تنظیم و تصحیح ۔ ان پر مامور و ملازم رکھنا ، غور کیا جاسکتا ہے کتنے مصارف ، مشقت اور وقت درکار ہوتا ہے۔ ایک شاہنامے کو فردوسی نے ۳۰ سال میں نظم کیا تھا۔ اس کی مقررہ اجرت محمود جیسے سلطان سے ادا نہ ہو سکی تھی اور فردوسی کو خوش نہ کر سکا پھر اس کی ہجوِ محمود معروف ہے۔ یہاں ایسے حفاظ مصحح اور ایسے علمائے مترجم و فضلائے شارح وشعرائے ناظم کہ ان کے کمالات انہماک اور استحضار ان کے کلمات سے ظاہر ہے۔ ایسے قحط العلم کے زمانے میں فراہم کرنا اور پھر ان سے ایسے بزرگ کام کرانا اور ان سب کو ایسے راضی و شاکر رکھنا کہ کوئی فردوسی کی طرح نارضی و شاکی نہیں ہے۔ خود یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ کتنے مصارف ، کتنی کوششیں اور کتنی خدمت گزاری کی گئی ہے۔ اور مطبع کے معینہ مصارف کاغذ ، روشنائی و خوش نویسانِ برق نگار اس پر مزید ہے۔ طرفہ تر یہ ہے کہ اکثر شعراء ، مؤرخ ، مصححین مصاحف ، کاتبان خاص قلم متعلقہ کام کی تکمیل اور فراغ کے بعد بھی معین مشاہرہ اور

پرورش پاتے رہتے ہیں۔ ان مصارف اور مجاہدات کا ذکر کہاں تک ہو۔ مثلاً ایک کلام اللہ قلم جلی تکمیل پذیر ہوا۔ اس ایک نسخے پر خرچ اندازاً کتنا ہوا میزان انصاف سے تولو، اور پھر مقدار معینہ ہدیۂ مطبع کو دیکھو کہ پانچ روپیے سے زیادہ نہیں۔ یہ تو صرف کاغذ کی قیمت کو بھی کفایت نہیں کرتا۔ یقیناً انصاف درکار ہے۔۔یہاں نظر نفع و کفایتِ مطبع پر ہے یا عام و خاص کے لیے نفع داری پر؟

اگر ہم مسلمانوں کے زمرے میں کچھ لوگ اپنے دین کی تائید اور تقویت کے لیے اس نوع کے اہتمامات، اخراجات اور کوششیں کرتے تو یہ کوئی بڑا کام خیر کا نہ ہوتا، چونکہ اپنے دین کی ترقی و تقویت ہر شخص کو پسند ہوتی ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ ایک غیر مسلم ایسی تائید و ترقی اور تقویتِ اسلام مال اور مجاہدے سے کر رہا ہے جو اہل اسلام کے لیے رشک کا موجب ہے۔ اس لیے ہم سب اہل اسلام کو اس اسلام کے ترقی خواہ کا مداح اور شکر گزار ہونا چاہیے یا یہ کہ مقام رشک و حسد میں آکر شاکی اور بدگو بنیں۔ اور اس کا نام حمیت اسلام رکھیں۔ شان اسلام تو یہ ہے کہ اپنے عیب پیش نظر رکھیں اور دوسرے کے عیب کو ہنر کی نگاہ سے دیکھیں اس لیے کہ: **اذا مرّوا باللّغو مرّوا کراما** قرآن میں آیا ہے۔ یہ کیا کہ دوسرے کے ہنر کو عیب دیکھیں اور اس پر تہمت باندھیں۔ ظاہر ہے کہ وہ عالم بذات الصدور و قلوب و نیات قلوب خوب دیکھتا ہے۔ نہ صرف زبانی اسلام خود اس کو معلوم ہے کہ ساحران فرعون کو کفر و سحر کی شدت کے باوجود اور ایک قلبی نیت کے باوجود کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اور بلعم باعور کو تمام عبادات و ریاضت کے باوجود ایک قلب کے خطرے کی وجہ سے کہ خود کو دوسروں سے افضل سمجھتا تھا، کہاں سے کہاں گرا دیا۔ پس کس طرح کہ میں خود نیک نہ ہوں اور دوسرے نیکو تر شخص کو اپنے سے کمتر سمجھوں۔ اس کا نتیجہ دنیا میں یہی نظر آتا ہے کہ اکثر مطابع رشک و حسد و خود بینی خویش و بدبینی دیگر اور نیت نفع خود، اخروی ثواب پر غالب رکھنے کی وجہ سے تباہ ہو گئے۔ اور یہ مطبع حسن نیت کی برکت سے اس نے ان برہم شدہ مطابع کے ذخیرۂ کتب خرید کر لیے۔ ان مطابع کی غیر فروخت شدہ کتب خاطر خواہ قیمت پر فروخت کیں اور منافع کمایا ـــــ وہی ایک کتاب اور وہی ایک ملک تھا کہ دونوں مطبع کو ایک ملک میں حسب نیت ایسا نفع اور ایسا نقصان۔

ذلک لعبرة للناظرین۔

پس یہ کہ تھوڑا سا نمونہ کتب دینیات عقائد اسلام کا ظاہر و باہر ہے۔ باقی ترقیات مطبع کی ... میں جو وسیلۂ پرورش اور ذریعۂ سدِ رمق ہزاروں بزرگان خدا اور ارباب کمال کا بنا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے:

... آنکہ بہ دردمن کہ چو من خامہ گیری و حرف بنگاری

... مطبع شاہی اہتمام جو پانچ ہزار روپیہ ماہوار سے اس زور شور سے جاری ہوا تھا اور حروف سربی خانہ ... مہیا ہونے کے سبب کاپی نویسان کی احسان مندی اور وقت کا محتاج نہیں تھا۔ اور سارے مطبع میں پانچ آلۂ طبع جن کو ہندی میں کل کہتے ہیں، سے زیادہ نہ تھے۔ اور پانچ سے کمتر ہی جاری رہتے تھے۔ ... ترقی نہیں ہوئی اس لیے کہ کتب مطبوعۂ مطبع کی خرید و فروخت و تجارت اور نفع اٹھانا سلطنت کے شایان شان نہیں تھا۔ نفع خلائق، بلاقیمت کی نیت دل میں راسخ تھی، بادشاہ وقت کا زمانہ مدت الحیاۃ

اسکی بھی مساعدت نہ کرسکا۔ اس کے مقابلے میں اس مطبع خیر میں ستر آلۂ طباعت ہیں۔ مختلف علوم کی کتب عربی، فارسی، اردو، ناگری، بنگالی و انگریزی درسی و دینیات و منطق و معقول و فروع و اصول اس مطبع میں طبع ہوتی رہتی ہیں۔ اور ہر دم فیض رسانی عام کی نیت کی برکت سے اور نفع سے عدم التفات کے باعث روز افزوں ترقی ہوتی ہے کہ بہت تھوڑا سا نمونہ کتب دینیات اسلام چشم دیدہ ظاہر کیا گیا ہے۔ ورنہ ہزاروں کتب تاریخ و حکایات، طب و حکمت و دیگر فنون علمی حکمی عملی دینی اور دنیوی کا کیا ذکر۔ اور یہ حال صرف ایک مطبع واقع شہر لکھنؤ چشم دید تھا جو قلم سے ظاہر کیا گیا ہے۔ ورنہ شاخیں اس شجر طیبہ کی کانپور، پٹیالہ اور دور دراز منازل میں درخت طوبیٰ کی شاخوں کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ مطابع کو رشکِ بہشت بنا دیا۔ یہ محتاج بیان نہیں ہے۔ چونکہ تمام کتب دینیات شرائع فقہ و حدیث و تفسیر و علوم ادب و اخلاق مفید و مصالح تمام کارہائے دنیاو دین ہیں کہ تمام حور و قصور و رضوان و بہشت و نعمائے بہشت اس کے پھل ہیں۔ اس کی مثال اور نمونہ دنیا میں بھی ہے۔

فیها فاکهة و نخل و رمان، یہ سب لذت نفس اور کام و دہن سے زیادہ نہیں۔ **فیها ما تشتهیه الانفس وتلذ الاعین**۔ پس یہ عام نعمت ہائے دین و دنیا ان کتب دینیات و کتب اخلاق کا حاصل ہیں۔ یہ بہشت عاشقان و محبوبان دوسری ہے۔ جو کتب الٰہیات و تصوف میں ہے۔ وہ اس مکان تک پہنچاتی ہے جس کو بہشت رضوان کہتے ہیں۔ اور یہ مکین تک پہنچتی ہے کہ اس کا نام نامِ خدا سب سے بالا ہے۔

مخفی نہ رہے کہ غیر مسلمان مطبع کی یہ صفات اور خوبیاں اور اہل اسلام کے مطابع مسقوطہ کی توہین و تنقیص و بدگوئی ہو معاذ اللہ۔ بلکہ نگاہ انصاف سے یہ بیان واقعی ہے جو اہلِ اسلام کی تنبیہ اور عبرت پذیری کے لیے ہے۔ تاکہ ظاہر ہو کہ تمام کار تجارت میں اپنے منافع پر نظر رکھنا شرعی طور پر مامور ہے کہ **اَحَلَّ اللہ البیع** میں وارد ہے۔ اگر مال صد روپیہ خرید کیا ہے۔ ہزار بلکہ دو ہزار قیمت طلب کر دی اور پھر وصول کرلی، اگرچہ کمال کی نگاہ میں ناانصافی ہے اور برا ہے۔ مگر عنداللہ اور عندالشرع ہرگز ممنوع اور ناجائز نہیں ہے اور تجارت میں معیوب نہیں ہے۔ تجارت خرید و فروخت دنیوی محتاج چیزوں کی، بازار میں فروخت کرنا، منافع اٹھانا، تمام اشیاء ضروریات میں رائج ہے۔ مگر سوداگری خرید و فروخت کتب دینیات و علوم علوی و مصاحف وغیرہ بطور بازاری مال کے دوکان دوکان میں کسی زمانے میں سنی نہیں گئی۔ یہ تجارت کوچہ بکوچہ انھی مطابع سنگین کی وجہ سے رائج ہوئی ہے۔ پس جیسا کہ خرید و فروخت اشیاء میں منافع دنیاوی حاصل کرنا مامور ہے، تجارت کی ترقی ہے۔ اسکے مقابلے میں اس دینی تجارت میں اور کتب علمی میں جو مطابع سنگین کی بدولت علوم، بازاری اشیاء ہو گئے ہیں، منافع دنیاوی کی بجائے مثل مطبع اودھ اخبار، اخروی منافع برائے خاص و عام کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ یہاں تصحیح، ترجمہ، تشریح و مقابلہ کتب و ارزانی پر نگاہ کرکے دولتِ دنیا کو دین پر فدا کردیا۔ خدا سے امید ہے کہ مطالعۂ اسلام میں ترقی اور برکت دے۔ پس جو مطابع اسلام ملک کے اطراف و اکناف میں قائم ہیں اور رو بہ ترقی، وہ سب ان صفات میں اور ان نیات میں بلا شک داخل ہیں۔ اس صورت میں کچھ چشم دید حال اودھ اخبار مطبع کا لکھا گیا ہے۔ ہر مطبع جس میں یہ صفات موجود ہوں اس تعریف اور ستائش میں شریک ہے۔

تعلیقات

از

ڈاکٹر معین الدین عقیل

مخففات

نشانات:

ح = حاشیہ
ص = صفحہ ، صفحات
ک = کالم

ماخذ:

آربری = آربری ، اے ۔ جے (ARBERRY, A-J)
CATALOGUE OF THE LIBRARY OF THE INDIA OFFICE, PERSIAN BOOKS
(لندن ، ۱۹۳۷ء)

اسٹوری = اسٹوری ، سی اے (STORY, C.A.)
PERSIAN LITERATURE, A BIO - BIBLIOGRAPHICAL SURVEY
تین جلدیں (لندن ، ۱۹۵۳ء - ۱۹۸۴ء)

اشپرینگر = اشپرینگر ، اے (SPRENGER, A.)
REPORT OF THE RESEARCHES INTO THE MAHOMMADAN LIBRARIES OF OUDH.
(کلکتہ ، ۱۸۹۹ء)

اکرام = محمد اکرام چغتائی ، تعلیقات " شاہان اودھ کے کتب خانے " ترجمۂ تصنیف محولۂ بالا : اشپرینگر (کراچی ، ۱۹۷۳ء)

بلوم ہارٹ = بلوم ہارٹ ، جے ایف (BLUMHARDT, J.F)
CATALOGUE OF THE LIBRARY OF THE INDIA OFFICE, HINDUSTANI BOOKS
(لندن ، ۱۹۰۰ء)

بلوم ہارٹ (برٹش میوزیم) = ایضاً ،
CATALOGUE OF HINDUSTANI PRINTED BOOKS IN THE LIBRARY OF THE BRITISH MUSEUM.

(لندن ، ۱۸۸۹ء)

بلوم ہارٹ (برٹش میوزیم ، ضمیمہ) = ایضاً ،

A SUPPLEMENTARY CATALOGUE OF HINDUSTANI BOOKS IN THE LIBRARY OF THE BRITISH MUSEUM

(لندن ، ۱۹۰۹ء)

رحمان علی = رحمان علی ، تذکرۂ علمائے ہند (نولکشور ، ۱۹۱۴ء)

رحمان علی ، اردو ترجمہ = رحمان علی "تذکرۂ علمائے ہند" اردو ترجمہ : محمد ایوب قادری (کراچی ، ۱۹۶۱ء)

سرکیس = یوسف الیامہ سرکیس "معجم المطبوعات العربیہ و المعربہ" دو جلدیں ، (قم ، ۱۴۱۰ھ)

عارف = سید عارف نوشاہی " فہرست کتابہاے فارسی چاپ سنگی و کمیاب " ، کتابخانۂ گنج بخش " جلد یکم و دوم (اسلام آباد ، ۱۹۸۶ء - ۱۹۸۹ء)

عبدالحی = سید عبدالحی " نزہتہ الخواطر " (حیدرآباد دکن ، ۱۹۵۴ء - ۱۹۵۹ء)

عبدالرحیم = مولوی عبدالرحیم " لباب المعارف العلمیہ فی مکتبہ دارالعلوم اسلامیہ " (پشاور) ، (آگرہ ، ۱۹۱۸ء) ۔

فہرست مشروح = " فہرست مشروح بعض کتب نفیسہ و قدیمہ مخزونہ کتب خانۂ آصفیہ " (حیدرآباد دکن ، ۱۳۴۷ھ - ۱۳۵۷ھ)

قاموس = " قاموس الکتب اردو " انجمن ترقی اردو (کراچی ، ۱۹۶۱ء)

کشف = حاجی خلیفہ " کشف الظنون " ۲ جلدیں (بیروت ، ۱۹۹۰ء)

منزوی = احمد منزوی " ادبیات فارسی ، بر بنای تالیف استوری " (ترجمہ یو - ا - برگل) دو جلد ، (تہران ، ۱۳۶۲ھ)

تعلیقات:

(۱) مصنف : شیخ شہاب الدین سہروردی (۵۳۹ھ / ۱۱۴۴ء - ۶۳۲ھ / ۱۲۳۴ء) اس کتاب کے متعدد قلمی نسخوں کی نشاندہی اکرام ص ۱۴۲ بہ ذیل ۳۵۲ میں ہے - اس کے مختلف تراجم اور اشاعتوں کے لیے : کشف ، ک ۱۱۷۷ - ۱۱۷۸ ، اس کا انگریزی ترجمہ W.H.CLARKE نے کیا تھا - مطبوعہ : کلکتہ ، ۱۸۹۱ء ، بحوالہ : خلیق احمد نظامی THE LIFE AND TIMES OF SHIEKH NIZAMUDDIN AULIYA (دہلی ، ۱۹۹۱ء) ص ۲۰۲

(۲) " مصباح الہدایہ و مفتاح الکفایہ " - کشف ، ک ۱۱۷۸ -

(۳) عزالدین محمود بن علی الکاشی النطیری، متوفی ۷۳۵ھ / ۱۳۳۴ء، اسماعیل پاشا البغدادی "ہدیۃ العارفین" (اسماء المولفین و آثار المصنفین فی کشف الظنون) جلد ۶ (بیروت، ۱۹۸۲ء) ک ۴۰۸

(۴) اس تمطیع سے بعد میں اس کا کم از کم ایک اور ایڈیشن شوال ۱۳۰۷ھ / مئی ۱۸۹۰ء میں شائع ہوا تھا۔ عارف ص ۱۳۴۔

(۵) ۱۲۱۰ھ / ۱۷۸۵ء کو بلگرام میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تربیت لکھنؤ میں پائی۔ واجد علی شاہ (۱۸۴۷ء - ۱۸۵۶ء) کے ہم مکتب تھے۔ غازی الدین حیدر (۱۸۱۴ء - ۱۸۲۷ء) سے واجد علی شاہ تک اودھ کے سب ہی حکمرانوں کے عہد میں اعلیٰ مناصب: امیرالانشاء" اور "صدر امانت" کے عہدوں پر فائز رہے۔ ریاست اودھ سے "دبیرالانشاء" اور اپنی علمی و تصنیفی خدمات کے باعث شاہ دہلی ابو ظفر بہادر شاہ (۱۸۳۷ء - ۱۸۵۷ء) کے دربار سے "رفیق الدولہ" کا خطاب پایا۔ الحاق اودھ (۱۸۵۶ء) کے بعد "مدرسۂ عالیہ کیننگ کالج" (لکھنؤ) میں فارسی کے مدرس ہوگئے۔[ان کے انتقال کے بعد اس جگہ پر قدر بلگرامی (۱۲۴۹ھ / ۱۸۳۳ء - ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء) کا تقرر ہوا تھا۔ سید علی اصغر بلگرامی "فارسی بلگرام" (حیدرآباد دکن، ۱۳۴۷) ص ۵۵، مرزا محمد عسکری "ادبی خطوط غالب" (کراچی، ۱۹۶۲ء) ص ۲۸۱] ۔ تقریباً ۲۴ کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان میں سے "ظہیر الانشاء"، "ترغیب الفرقان"، "اسرار کربلا"، "ظہیرالایمان"، "اسرار غفلت"، "اسرار محبت"، "ہدایت الہنود"، "تقویت الاسلام"، "اسرار فریمیشن"، "دستور المحبت"، "عقل و عشق"، "فوائد النساء"، "ظہیرالاسلام" اور "اسرار واجدی" کے نام ملتے ہیں۔ ان میں سے "اسرار محبت"، "اسرار غفلت" اور "اسرار فریمیشن" رئیس اعظم شہر سورت کے اہتمام سے شائع ہوئی تھیں۔ بحوالہ "فوائد النساء" (لکھنؤ، ۱۳۰۰ھ) مقدمہ، ص ۴ - ۵، ۴۶ (اس تصنیف میں مصنف نے اپنی مذکورہ بالا متعدد تصانیف کا ذکر کیا ہے - ص ۳، ۴۰، ۴۶، ۱۰۹، ۱۱۶، ۱۶۵) "فوائد النساء" تعلیم نسواں کے مسئلے پر مصنف نے "سررشتۂ تعلیم مغربی شمالی" کی فرمائش پر تحریر کی تھی۔

ان تصانیف میں سے "اسرار واجدی" (غیر مطبوعہ) کا تعلق واجد علی شاہ سے تھا۔ اس کے علاوہ اپنی (غالباً زیر تصنیف) کتابوں "سیر السلطان" اور "سوانح واجدی" کی تصنیف کے لیے ظہیر بلگرامی نے ایک عرض داشت اور ایک قطعہ واجد علی شاہ کی خدمت میں مٹیا برج بھیج کر ان کے حالات زندگی اور تصنیفات کے نام دریافت کیے تھے۔ لیکن واجد علی شاہ نے معذرت کرلی اور تین ہزار روپے نقد انھیں ارسال کیے اور پچاس روپے ماہوار تنخواہ مقرر کردی۔ "ظہیرالانشاء" ص ۹۶، بحوالہ مسعود حسن رضوی ادیب "سلطان عالم واجد علی شاہ، انسان، مصنف، شاعر" مشمولہ: "نذر مقبول" مرتبہ: خیر بہوروی (لکھنؤ ۱۹۷۰ء) ص ۲۷ - ۳۸ ؛ ظہیر بلگرامی نے ایسا ہی کچھ شاہ دہلی بہادر شاہ ظفر سے بھی ایک طویل فارسی قطعہ "صراط مستقیم" لکھ کر دریافت کیا تھا، جس پر شاہ ظفر نے مثبت جواب ارسال کیا تھا۔ "ظہیرالانشاء" ص ۱۰۰، بحوالہ ایضاً ص ۴۶ -

ظہیر بلگرامی کو نثر کے علاوہ شعر میں بھی دستگاہ تھی۔ تخلص ظہیر تھا۔ تفصیلات کے لیے : سید علی اصغر بلگرامی ، ص ۵۵ ؛ منشی محمد محمود عثمانی بلگرامی " تنقیح الکلام فی تاریخ خطۂ پاک بلگرام " (علی گڑھ ، ۱۹۶۰ء) ص ز ؛ عبدالغفور نسّاخ " سخن شعراء " (لکھنؤ ۱۹۸۱ء) ص ۳۱۲ ؛ کلب حسین خاں نادر " تذکرۂ نادر " (لکھنؤ ، ۱۹۵۷ء) ص ۱۰۵ ؛ سید علی حسن خاں " صبح گلشن " (بھوپال ، ۱۲۹۵ھ) ص ۲۶۴ - ۲۶۵ ؛ سید احمد دیوان بیگی شیرازی " حدیقۃ الشعرا " جلد دوم (تہران ، ۱۳۶۵خ) ص ۱۱۳۷ ؛ مرزا محمد علی مدرس " ریحانۃ الادب " جلد چہارم (تہران ۱۳۴۹خ) ص ۸۷ ؛ رحمان علی " تذکرۂ علمائے ہند " (لکھنؤ ، ۱۹۱۴ء) ص ۳۰ ۔

(۶) یہ مطبع بعد میں " مطبع نولکشور " کے نام سے معروف ہوا۔ اس مطبع سے " اودھ اخبار " کا پہلا شمارہ ۲۶ نومبر ۱۸۵۸ء کو شائع ہوا۔ اس کے اجرا سے چند ماہ قبل یہ مطبع قائم ہوا تھا۔ امیر حسن نورانی " منشی نولکشور ، حالات اور خدمات " (دہلی ، ۱۹۸۲ء) ص ۲۹ ، امداد صابری (" تاریخ اردو صحافت " جلد دوم ، دہلی ، ۱۹۵۹ء ص ۵۸) کے مطابق یہ مطبع ۲۳ نومبر ۱۸۵۸ء کو قائم ہوا اور اس مطبع سے " اودھ اخبار " جنوری ۱۸۵۹ء سے جاری ہوا۔ جبکہ امیر حسن نورانی (ص ۲۹ ح) نے اس کے پہلے شمارۂ مذکور کو اپنی ملکیت میں بیان کیا ہے۔ منشی نولکشور (۱۸۳۶ء - ۱۸۹۵ء) ، جو اس مطبع کے قیام سے قبل لاہور کے " کوہ نور پریس " میں ملازمت کرتے تھے ، ایک آزاد مطبع قائم کرنے کے ارادے سے لکھنؤ پہنچے اور یہاں ایک ایسا مطبع قائم کر ڈالا ، جس نے بہت جلد نہ صرف لکھنؤ اور ہندوستان بلکہ اپنے وقت میں ایشیا کے سب سے بڑے مطبع کی حیثیت حاصل کرلی۔ وینا اولڈن برگ (VEENA OLDEN BURG) MAKING OF COLONIAL LUCKNOW ، نیوجرسی ، ۱۹۸۴ء) ص ۲۳۶ ، پھر اس مطبع سے " اودھ اخبار " کا اجرا اور پھر کچھ ہی عرصے میں LUCKNOW IRON WORKS " ، " UPPER INDIA PAPER MILL اور بعد میں دو جدید بنکوں کا قیام اور " نول کشور آئس فیکٹری " ان کی اور ان کے خاندان کی مزید کامیابیاں تھیں۔ پراگ نرائن بھارگو ، مرتب WHO,S WHO IN INDIA (لکھنؤ ۱۹۱۱ء) جلد دوم ص ۱۶۹ ، ۱۹۴۰ء کے بعد اس مطبع نے اپنے خاندانی تنازعات کے باعث اپنا طباعتی کاروبار محدود کر لیا اور " نولکشور بکڈپو " کا نام اختیار کیا۔

(۷) یوں تو طباعت چین میں آٹھویں صدی عیسوی میں شروع ہو چکی تھی اور متحرک ٹائپ سے وہاں گیارھویں صدی میں کام لیا جانے لگا تھا ، لیکن یورپ میں پندرھویں صدی میں طباعت شروع ہوئی۔ پہلا پریس لندن میں ۱۴۷۶ء میں قائم ہوا COLLINS ۱۹۷۷ء ، ENCYCLOPAEDIA ص ۴۵۸ ، ہندوستان میں متحرک حروف کے ذریعے طباعت کی تاریخ پر متعدد حالیہ جائزے موجود ہیں ، ایک مفصل اور معلوماتی تاریخی جائزہ نذیر احمد (ORIENTAL PRESSES IN THE WORLD لاہور ، ۱۹۸۵ء) میں ہے۔ و نیز

گراہم شا PRINTING IN CALCUTTA TO 1800 (GRAHAM SHAW)
(لندن ، ۱۹۸۱ء) بالخصوص باب اول۔

(۸) نواب سعادت علی خاں (۱۷۹۸ء - ۱۸۱۴ء) کے بیٹے تھے۔ ۱۸۱۴ء میں مسند نشین وزارت ہوئے پھر ۹، اکتوبر ۱۸۱۹ء کو انگریزی حکومت کی ایما پر بادشاہت کا اعلان کیا۔ ۲۷، ربیع الاول ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۷ء کو انتقال کیا۔ نجم الغنی "تاریخِ اودھ" جلد چہارم (لکھنؤ، ۱۹۱۹ء) ص ۱۰۸ - ۱۰۹، ۱۴۴، ۲۰۴ -

(۹) احمد بن محمد بن علی بن ابراہیم یمنی شروانی ۔یمن سے فراغت علم کے بعد نوجوانی میں ہندوستان آئے اور کلکتے میں قیام کیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت اختیار کی اور مدرسۂ عالیہ ، فورٹ ولیم کالج میں عربی کے استاد مقرر ہوئے۔ کچھ عرصے بعد استعفیٰ دے کر لکھنؤ چلے گئے اور غازی الدین حیدر کی ملازمت اختیار کی۔ غازی الدین حیدر کے انتقال کے بعد لکھنؤ چھوڑ کر مختلف مقامات کا سفر کیا۔ دوران سفرِ پونا میں ۲۱، مئی ۱۸۴۰ء / ۱۹، ربیع الاول ۱۲۵۶ھ کو رحلت پائی۔ عربی میں کامل دستگاہ تھی۔ اپنے وقت کے متنبی (۳۰۳ھ / ۹۱۵ء - ۳۵۵ھ / ۹۶۵ء) اور حریری (۴۴۶ھ / ۹۵۴ء - ۵۱۶ھ / ۱۰۲۲ء) تسلیم کیے گئے۔ قیام کلکتہ کے دوران کئی کتابیں تصنیف کیں اور "الف لیلیٰ" کو دو جلدوں میں مرتب کیا۔ لکھنؤ میں "مناقب حیدریہ" تصنیف کی۔ "تاج الاقبال فی تاریخ ملک بھوپال" بھی ان سے یادگار ہے۔ ڈاکٹر زبید احمد (THE CONTRIBUTION OF INDOPAKISTAN TO ARABIC LITERATURE لاہور ، ۱۹۶۸ء) ص ۲۱۹ ، ۲۵۰ ، ۲۷۶ میں ان کی ۶ عربی تصانیف کے نام درج ہیں۔ سرکیس ، ک ۱۱۲۰ - ۱۱۲۱ ؛ مزید معلومات کے لیے مزوی ، ص ۱۰۰۵ - ۱۰۰۷ ؛ غالب کے شاگرد محمد عباس شروانی رفعت (۱۸۲۶ء - ۱۸۹۸ء) ان کے فرزند تھے۔ تفصیلات کے لیے : عبدالحی ص ۳۴ ؛ رحمان علی "تذکرۂ علمائے ہند" اردو ترجمہ ، محمد ایوب قادری (کراچی ، ۱۹۶۱ء) ص ۱۰۵ ؛ مالک رام "تلامذۂ غالب" (دہلی ، ۱۹۸۴ء) ص ۲۰۹ - ۲۱۰ ؛ نادم سیتا پوری "خیابان غالب" (کراچی ، ۱۹۷۰ء) بالخصوص ص ۲۲۸ - ۲۳۰ ۔

(۱۰) قاضی علی احمد (۱۷۵۶ء - ۱۸۲۴ء) کے فرزند ۔ ۱۷۷۹ء کو بلگرام میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کلکتے میں حاصل کی ، پھر یمن جا کر شیخ احمد یمنی کے شاگرد ہوئے اور ان کی دختر سے نکاح کیا۔ وہاں سے لکھنؤ آئے اور طباعت کے کام سے منسلک ہوئے۔ فاضل اور جید ادیب تھے۔ تصانیف میں "نفائس اللغات" کے علاوہ "روضۃ الازہار" ، "مفتاح اللسان" ، "تذکرۂ شعرائے عرب" ، "شرح قصیدۂ بانت سعاد" شرح دیوان متنبی" ، "شرح مقامات حریری" ان سے یادگار ہیں۔ آخر عمر میں "نسب نامۂ خاندانی" شرح و بسط کے ساتھ لکھا۔ ۱۸۴۵ء میں انتقال کیا۔ تفصیلات کے لیے : بلگرامی ، ص ۲۱۱ ؛ عبدالحی ، ص ۸۸ - ۸۹ ؛ رحمان علی ، اردو ترجمہ ص ۱۲۶ - ۱۲۷ ۔

(۱۱) اردو فارسی لغت ، جو ۷، رجب ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء کو مکمل ہوئی۔ اولاً یہ لکھنؤ سے دو جلدوں

میں ۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۱ء میں (فہرست مشروح " حصۂ سوم، ص ۶۲۰) پھر ۱۲۸۱ھ /۶۴-۱۸۶۵ میں اور پھر مطبع نولکشور، کانپور سے اگست ۱۸۶۹ء میں اور مطبع نولکشور لکھنؤ سے ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۴ء میں اور پھر مطبع نولکشور کانپور سے ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئی۔ تفصیلات کے لیے : آربری، ص ۳۶۹ ؛ بلوم ہارٹ (برٹش میوزیم، ضمیمہ)، ک ۷۰؛ شہر یار نقوی " فرہنگ نویسی فارسی در ہندو پاکستان " (تہران، ۱۳۴۱) ص ۲۲۵ - ۲۲۷ ؛ رحمان علی (ص ۳) کے مطابق اس میں عربی مترادفات بھی دیے گئے ہیں۔ عارف، ص ۳۲۱، یہاں ایک " انفس النفائس " انتخاب نفائس اللغات کا ذکر بھی ہے، جسے میر حسن بن میر حسین عرف میر کامل ساکن محلہ محمود نگر لکھنؤ نے ۷، رجب ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۵ء کو لکھا تھا اور اس پر حواشی قدرت احمد گوپاموی (متوفی ۱۸۶۲ء) ولد عنایت احمد فاروقی نے تحریر کیے تھے۔ " نفائس اللغات " مطبع مصطفائی لکھنؤ (۱۲۸۱ھ) صفحات ۴۹۰، اور اسی کے اختصار " منتخب النفائس " مرتبہ : محبوب علی رامپوری مطبوعہ مطبع مصطفائی صفحات ۱۷۲ کا ذکر " فہرست کتب عربی و فارسی و اردو .... کتب خانۂ سید علی بلگرامی " (حیدر آباد دکن، ۱۹۰۱ء) ص ۱۰۶ اور اسٹوری، جلد سوم حصۂ اول ص ۱۱۵، میں ملتا ہے۔ اس لغت میں موجود تسامحات کی تصحیح " نفس اللغۃ " کے نام سے سید علی اوسط رشک (متوفی ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۸ء) شاگرد ناسخ (متوفی ۱۸۳۷ء) نے کی تھی، جو کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن میں موجود ہے " فہرست مشروح " حصہ دوم، ص ۴۰۵ (نفس اللغۃ کا ایک قلمی نسخہ انجمن ترقی اردو کراچی کے ذخیرۂ مخطوطات میں بھی موجود ہے)۔

(۱۲) فرزند قاضی محمد لعل - ۱۲۰۱ھ / ۱۷۸۶ء کو ہوگلی میں پیدا ہوئے اور ۱۲۷۵ھ / ۱۸۵۸ء میں وفات پائی۔ ان کے بزرگ قاضی اور صدر الصدور کے عہدوں پر فائز رہے۔ اختر لکھنؤ میں اودھ کے ریزیڈنٹ کے منشی رہے، پھر وطن واپس چلے گئے۔ غازی الدین حیدر نے انھیں طلب کرکے تصنیف و تالیف کی خدمت پر فائز کیا اور ملک الشعرا کا خطاب دیا۔ غازی الدین حیدر کے انتقال (۱۸۲۷ء) کے بعد ۱۹ برس کانپور میں تحصیل دار رہ کر لکھنؤ واپس آئے۔ اکثر علوم میں مہارت اور نظم و نثر پر عبور رکھتے تھے۔ تصانیف میں مثنوی " سراپا سوز " " صبح صادق "، " حدیقۃ الارشاد "، " بہار اقبال "، " مفید المستفید "، " ہفت اختر "، " لوامع النور "، " بہار بے خزاں "، " گلدستۂ محبت "، " محامد حیدری "، " نقود الحکم "، " مخزن الجواہر "، " تذکرۂ آفتاب عالمتاب " ملتے ہیں۔ تفصیلات کے لیے : مظفر حسین صبا " تذکرۂ روز روشن " (تہران، ۱۳۴۳) ص ۴۰ - ۴۱ ؛ صدیق حسن خاں " شمع انجمن " (بھوپال، ۱۲۹۳ھ) ص ۶۳ ؛ سعادت خاں ناصر " تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا " (لاہور، ۱۹۷۰ء) ص ۳۰۱ - ۳۰۲ ؛ قاضی عبدالودود، تعلیقات " تذکرۂ ابن طوفان " مؤلفہ ابن امین اللہ طوفان (پٹنہ، ۱۹۵۴ء) ص ۶۰ - ۶۵ ؛ منزوی، ص ۶۷۹ - ۶۸۰ ۔

(۱۳) ممکن ہے اس وقت سرکاری اہتمام سے قائم ہونے والے مطبع کا یہی نام تجویز ہوا ہو، لیکن بعد میں اس کا نام " مطبع سلطانی " رکھا گیا۔ ہاں عہد شاہی میں " مطبع مرتضوی " نام کا

ایک مطبع لکھنؤ میں محمد نصیرالدین دہلوی نے قائم کیا تھا ، جو ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳ء تک کام کرتا رہا۔ سید آغا مہدی "تاریخ لکھنؤ" (کراچی ، ۱۹۷۶ء) ص ۹۲ - ۹۳

لکھنؤ میں مطابع کے قیام کی پہلی اور قریبی شہادت دیتے ہوئے اشپرینگر A) SPRENGER) CATALOGUE OF THE ARABIC PERSIAN AND HINDUSTAN MANUSCRIPTS OF THE LIBRARIES OF THE KING OF OUDH...

جلد اول (کلکتہ ، ۱۸۵۴ء) نے اس کے قیام کا سہرا غازی الدین حیدر کے سر باندھا ہے۔ مقدمہ ، ص ۵ ؛ غازی الدین حیدر ہی آرچر (ARCHER) نامی ایک انگریز کو ، جو کانپور میں ایک لیتھو پریس چلا رہا تھا ، لکھنؤ آنے اور وہاں ایک پریس کے قیام کی دعوت دیتا ہے ، جو ۱۲۴۷ھ / ۱۸۳۰ء میں لکھنؤ سے "بہجۃ مرضیہ شرح الفیہ" شائع کرتا ہے۔ ایضاً ؛ لیکن BENGAL POLITICAL CONSULTATIONS مؤرخہ ۶ اکتوبر ۱۸۴۹ء ، نمبر ۱۳۰ کے مطابق آرچر ، غازی الدین حیدر کے مطبع میں محض ملازمت اختیار کرتا ہے۔ جونز ، آر ایل (Jones R.L)

A Fatal Friend-ship, the Nawabs, the British and the city of Lucknow.

(دہلی ، ۱۹۸۵ء) ص ۱۳ ؛ اور ایک شہادت کے مطابق منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خاں (متوفی دسمبر ۱۸۳۷ء) نے آرچر کو پانچ سو روپے ماہوار قسطوں پر دیے تھے۔ کمال الدین حیدر "قیصر التواریخ" جلد اول (لکھنؤ ، ۱۹۰۷ء) ص ۳۱۰ - اسی زمانے میں اودھ کا اسسٹنٹ ریزیڈنٹ کرنل لاکٹ (COL. LOCKETT) بھی شاہی مطبع کا مہتمم رہا ، لیکن چونکہ منتظم الدولہ سے اس کی موافقت نہ تھی اس لیے انھوں نے اس کو موقوف کروا دیا۔ ایضاً ص ۲۹۹ اشپرینگر کے بیان کے مطابق ، اس کے قیام لکھنؤ (تقریباً ۱۸۵۰ء) تک وہاں بارہ نجی سنگی مطابع موجود تھے۔ تصنیف مذکور ص مقدمہ ، ص ۵ ؛ لیکن جونز کے مطابق اس وقت ۱۷ مطابع کام کرتے تھے۔ مگر واجد علی شاہ نے ۱۸۴۹ء میں کمال الدین حیدر (مصنف : "قیصر التواریخ" محولہ بالا) کی تصنیف میں اپنے لیے ایک دو ناگوار عبارتوں کی موجودگی (اور خوشامدانہ جذبات کی عدم موجودگی) کے باعث غضبناک ہو کر طباعت کو ممنوع قرار دے دیا تاکہ یہ کتاب پھر کہیں شائع نہ ہو سکے۔ جونز ، ص ۷۲ ؛ چنانچہ مالکان مطابع لکھنؤ سے کانپور منتقل ہو گئے۔ اشپرینگر ، تصنیف محولۂ بالا ، مقدمہ ، ص ۶ - حاشیہ محققین میں سے مسعود حسین رضوی ادیب اس واقعے کو درست نہیں سمجھتے۔ "لکھنویات ادیب" (اسلام آباد ، ۱۹۸۸ء) ص ۱۱ - ۱۲ ؛ واجد علی شاہ کی جانب سے اس وقت مطابع کی بندش اور کمال الدین حیدر کے مذکورہ عمل کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے جونز نے خیال ظاہر کیا ہے کہ کمال الدین حیدر سرکاری رصد گاہ کے انگریز مہتمم کرنل ول کاکس (COL. R. WILCOX) کے زیر

اثر تھا اور ول کاکس نے رصدگاہ کے بارے میں (غالباً) کئی مخالفانہ رپورٹیں ایسٹ انڈیا کمپنی کو بھیجی تھیں۔ ص ۶۲

(۱۴) عثمانی بلگرامی "تنقیح الکلام" ص ۲۱۱، میں یہ خدمت اوحدالدین بلگرامی سے منسوب ہے۔

(۱۵) "مطبع سلطانی" سے یہ دو جلدوں میں ۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۲ء میں طبع ہوئی۔ ص ۳۵۴ اور ۲۴۲ آربری، ص ۱۸۱، اس پر مصنف کے طور پر غازی الدین حیدر کا نام تحریر ہے (نجم الغنی "تاریخ اودھ" جلدچہارم، لکھنؤ، ۱۹۱۹ء، ص ۲۰۷ - ۲۰۹ میں اس سے اختلاف کیا گیا ہے) لیکن اس کا دیباچہ اور اس کی تنظیم و ترتیب مقبول محمد نے انجام دی۔ جو قبل ازیں مثنوی "سحر حلال و ورود اشعار" لکھ چکا تھا۔ اسٹوری، جلد دوم، حصہ اول، ص ۹۶، جلد سوم، حصہ اول، ص ۱۹۷ - ۱۹۸؛ یہ ہفت مکمل سات جلدوں میں مطبع نولکشور لکھنؤ سے ۱۸۷۹ء میں شائع ہوئی۔ ص علی الترتیب: ۲۴۷، ۱۹۸، ۱۷۰، ۱۲۳، ۱۲۸، ۱۲۳، ۴۴۴ - آربری، ص ۱۸۱، پھر اس کا ایک ایڈیشن ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء میں ۱۱۷۰ صفحات پر مشتمل شائع ہوا۔ شہر یار نقوی تصنیف مذکور، ص ۲۱۷ - ۲۲۰، و نیز مسعود حسن رضوی ادیب "شاہان اودھ کا علمی و ادبی ذوق" مشمولہ "نذرِ ذاکر" مرتبہ: مجلسِ نذرِ ذاکر (دہلی، ۱۹۶۸ء) ص ۱۷۹

(۱۶) یہ عربی فارسی لغت مطبع سلطانی سے سات جلدوں میں کل ۲۹۱۷ صفحات پر مشتمل شائع ہوئی تھی۔ مسعود حسن رضوی ادیب "لکھنویات ادیب" (اسلام آباد، ۱۹۸۸ء) ص ۹ - ۱۱؛ اشپرینگر کے مطابق اس میں غازی الدین حیدر کے حکم سے بیشتر اضافے کیے گئے۔ صفحات کی تعداد پانچ ہزار تھی۔ ص ۲؛ مزید تفصیلات کے لیے: مسعود حسن رضوی ادیب "شاہان اودھ کا علمی و ادبی ذوق" ص ۱۷۹ -

(۱۷) قاضی محمد صادق اختر (حوالۂ مذکور ۱۲) کی تصنیف، جو مطبع سلطانی سے ۱۲۳۸ھ / ۱۸۲۳ء میں شائع ہوئی، صفحات ۴۸۸ + ۳۵ - آربری، ص ۲۷۷ -

(۱۸) یہ عربی میں شیخ احمد یمنی (حوالۂ مذکور ۹) کی تصنیف ہے، جو غازی الدین حیدر کی مدح میں ہے۔ ۱۲۳۵ / ۱۸۲۰ء میں ۲۰۰ صفحات پر مشتمل مطبع سلطانی سے شائع ہوئی۔ سرکیس، ک - ۱۱۲۱

(۱۹) منشی محمد مسعود بلگرامی - اسٹوری (ص ۵۶) نے ان کا نام محمد مسعود خاں بہادر تحریر کیا ہے۔ ۱۱۸۲ھ / ۱۷۶۸ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام شیخ امام الدین، نبیرۂ نظام الدین احمد صانع بلگرامی (۱۱۳۹ھ / ۱۷۲۶ء - ۱۱۹۰ھ / ۱۷۷۶ء - تفصیلات کے لیے متعدد مآخذ، بالخصوص علی ابراہیم خلیل "صحفِ ابراہیم" مشمولہ: "خدا بخش لائبریری جرنل" پٹنہ، شمارہ ۶، ۱۹۷۸ء ص ۹۱؛ نقش علی "باغِ معانی" مشمولہ: ایضاً، شمارہ ۲، ۱۹۷۷ء، ص ۱۲۰ - ۱۲۱) فارغ التحصیل ہو کر نواب سعادت علی خاں (۱۷۹۸ء - ۱۸۱۴ء) اور پھر غازی الدین حیدر کے عہد میں نوابین اودھ سے منسلک رہے۔ ۱۶ جمادی الاول ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۳ء کو انتقال کیا۔ محمد ظہیرالدین بلگرامی "ترغیب الفرقان" (کانپور، ۱۲۹۱ھ) ص ۳؛ عثمانی بلگرامی "تنقیح الکلام"

ص ز ۔

(۲۰) اوحدالدین بلگرامی ، دیکھیے محولۂ بالا ۱۰ ۔

(۲۱) ان کا ذکر نہ مل سکا۔

(۲۲) ویسے ایک " ٹیڑھی کوٹھی " کا ذکر بھی ملتا ہے ، جسے نواب سعادت علی خاں نے انگریز ریزیڈنٹ کے لیے بنوایا تھا اور اس میں امور مملکت انجام دیے جاتے تھے۔ نجم الغنی " تاریخ اودھ " جلد چہارم ص ۸۸ ؛ سید آغا مہدی نے " کلاں کوٹھی " کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ " اس میں " سلطان المطابع " قائم تھا اور یہ مقبول الدولہ مرزا محمد مہدی علی خاں قبول کے زیر اہتمام تھا۔ " تاریخ لکھنؤ " ص ۲۴۱ ؛ واجد علی شاہ نے اپنی تصنیف " بنی " (کلکتہ ، ۱۲۹۴ھ) میں چھاپہ خانہ اور کتب خانہ کو مقبول الدولہ کے زیر انتظام بتایا ہے۔ ص ۲۴۰ ۔

(۲۳) فضل امام خیرآبادی ، والد کا نام شیخ محمد ارشد ہرگامی ۔ علوم عقلیہ میں مشہور زمانہ تھے۔ " رسالۂ میر زاہد " اور " میر زاہد ملا جلال " پر تفصیلی حواشی لکھے۔ " آمد نامہ " اگرچہ قواعد فارسی میں ان کی کتاب ہے ۔ لیکن اس میں جوار لکھنؤ کے علماء کا ذکر کیا ہے۔ فضل حق خیرآبادی (۱۷۹۷ء - ۱۸۶۱ء) ، ان کے فرزند ، اور صدرالدین آزردہ (۱۷۸۹ء - ۱۸۶۸ء) ان کے ممتاز تلامذہ میں ہیں۔ ۱۸۲۹ء میں انتقال کیا۔ تفصیلات کے لیے : بزمی انصاری " تراجم الفضلاء " (انگریزی ترجمہ) ، مطبوعہ کراچی ، ۱۹۵۶ء مقدمہ ص i-iii ونیز ص ۳۵ - ۳۶ ؛ مزید مآخذ کے لیے : رحمان علی ، اردو ترجمہ ، ص ۳۷۷ - ۳۷۸ ۔

(۲۴) شیخ باقر علی کے فرزند ، دلمئو (مضافات لکھنؤ) میں پیدا ہوئے۔ علوم معقول کی تحصیل مولانا فضل امام خیرآبادی (بہ ذیل بالا ۲۳) سے کی۔ صالح بزرگ تھے۔ عبدالحی ، ص ۱۱۶ - ۱۱۷ ۔

(۲۵) غالباً مولوی محمد اسمٰعیل لندنی ، والد کا نام محمد وجیہ الدین تھا۔ مراد آباد قدیم وطن تھا۔ پھر لکھنؤ میں قیام رہا۔ عربی زبان و ادب پر عبور حاصل کیا تھا۔ نصیرالدین حیدر نے اپنی سفارت پر انھیں لندن بھیجا تھا ، اس لیے لندنی مشہور ہو گئے تھے۔ تصانیف میں " حاشیۂ شرح تہذیب یزدی " اور " حاشیۂ میبذی " مشہور ہیں۔ ۱۸۳۷ء میں انتقال کیا۔ عبدالحی ، ص ۶۱ - ۶۵ ؛ رحمان علی ، اردو ترجمہ ، ص ۴۱۳ - ۴۱۴ ۔

(۲۶) سندیلہ کے باشندے اور منشی عبدالستار خوش نویس کے فرزند ۔ واجد علی شاہ کے عہد میں لکھنؤ کے مثالی خوش نویس مانے جاتے تھے۔ دربار سے منسلک تھے اور واجد علی شاہ کے ساتھ مٹیا برج چلے گئے تھے۔ احترام الدین شاغل " صحیفۂ خوش نویساں " (علی گڑھ ، ۱۹۶۳ء) ص ۱۲۵ ؛ عبدالحلیم شرر ، " گزشتہ لکھنؤ " (دہلی ، ۱۹۷۱ء) ص ۱۷۲ ۔

(۲۷) عمادالحسن نام ۔ قزوین میں پیدا ہوا۔ خطاطی میں ملا محمد حسین تبریزی کا شاگرد تھا۔ مبصرین کا فیصلہ ہے کہ اس کے زمانے تک فارس میں اس سے بہتر خطاط پیدا نہیں ہوا۔ مسلک کے لحاظ سے اہل سنت والجماعت تھا اور عقائد میں متشدد ہونے کے باعث شاہ عباس صفوی نے ۱۶۱۵ء میں اسے قتل کرا دیا تھا۔ احترام الدین شاغل ،تصنیف مذکور ، ص ۱۳۹ - ۱۴۰ ؛ و نیز مولوی

محمد شفیع " مقالات شفیع " جلد اول (لاہور ، سنہ ندارد) ص ۱۷۴ ، ۱۷۵ ، ۲۰۷

(۲۸) یاقوت مستعصمی ۔ جمال الدین نام ۔ اپنے کمالات فن کے باعث بے حد مشہور تھا۔ ۱۲۶۸ء میں انتقال کیا ۔ ایضاً ، ص ۱۶۱ ، ۱۸۷ - ۱۸۸ ؛ و نیز شاغل ، تصنیف مذکور ، ص ۱۸۵ - ۱۸۷ ۔

(۲۹) ان کے بارے میں تفصیلات معلوم نہ ہو سکیں۔

(۳۰) وطن لکھنؤ تھا ، خط نسخ کے استاد مانے جاتے تھے ۔ روایت ہے کہ لکھنؤ میں طباعت کے لیے قرآن حکیم پہلے پہل انہی نے کتابت کیا تھا۔ ایضاً ، ص ۱۶۸ ؛ شرر ، تصنیف مذکور ، ص ۱۷۴

(۳۱) ان کے بارے میں علم نہ ہو سکا۔

(۳۲) ۱۸۹۵ء میں منشی نولکشور کے انتقال تک ، " مطبع نولکشور لکھنؤ " کی شاخیں : کانپور ، جبل پور ، پٹیالہ ، اجمیر اور لاہور میں قائم ہو چکی تھیں۔ امیر حسن نورانی ، تصنیف مذکور ، ص ۴۷ ۔

(۳۳) چوہے اور بلی کے حوالے سے ایسے جو متعدد قصے لکھے گئے اور شائع ہو کر مقبول ہوئے ، ان کا ایک اندازہ خلیل الرحمن داؤدی " اردو کی قدیم منظوم داستانیں " (بارہ قصے) ، جلد اول (لاہور ، ۱۹۶۷ء) ص ۲۷۳ - ۲۷۸ ؛ ڈاکٹر نجم الاسلام " مطالعات " (حیدرآباد ، ۱۹۹۰ء) ص ۲۳۹ - ۲۴۲ ، ۲۵۳ - ۲۵۵ ، سے ہو سکتا ہے۔ ان قصوں کی درج ذیل اشاعتوں کا ذکر عام ملتا ہے :

(i) " گربہ نامہ " :

(ا) مصنفہ : منی لال رفعت ، مطبوعہ مراد آباد ، ۱۸۷۳ء ، صفحات ۲۸ ۔ بحوالہ : بلوم ہارٹ (انڈیا آفس) ص ۱۵۵ ۔

(ب) مصنفہ : غلام علی آزاد ، دہلی ۱۸۴۷ء ، صفحات ۳۰ ۔ بحوالہ ایضاً ص ۱۳۸ ۔

(ج) معہ " چوہے نامہ " اور " افیونی نامہ " مصنفہ : غلام علی آزاد ، مطبوعہ لکھنؤ ، ۱۸۶۰ء ، صفحات ۲۳ ۔ بحوالہ : بلوم ہارٹ (برٹش میوزیم) ک ۱۴۱ ؛ مطبوعہ کانپور ، ۱۸۶۸ء ، صفحات ۲۶ ، لکھنؤ ، ۱۸۷۰ء ، صفحات ۲۶ ۔ بحوالہ : بلوم ہارٹ (انڈیا آفس) ، ۱۵۴ ؛ مطبوعہ کانپور ، ۱۸۷۳ء صفحات ۲۶ ۔ بحوالہ : بلوم ہارٹ (برٹش میوزیم) ک ۱۴۱ ۔

(د) " قصۂ چوہا و بلی " بمبئی ، ۱۸۷۵ء صفحات ۲۴ ۔ بحوالہ : بلوم ہارٹ (برٹش میوزیم) ک ۱۴۱

(ii) " چوہے نامہ " ... " معہ افیونی نامہ "

(ا) مصنفہ : واحد ، اور " بلی نامہ " مصنفہ : غلام علی آزاد " معہ اچار چوہوں کا " مصنفہ : ولی محمد نظیر ، مطبوعہ کانپور ، ۱۸۸۱ء ، صفحات ۲۴ ۔ بحوالہ : بلوم ہارٹ (برٹش میوزیم) ک ۱۴۱ ۔

(ب) مصنفہ : ارم ، لکھنؤ ۱۸۷۴ء ، صفحات ۲۵ ۔ بحوالہ بلوم ہارٹ (انڈیا آفس) ص ۱۵۴ ؛ مطبوعہ لکھنؤ ، ۱۸۶۰ء صفحات ۲۳ ۔ بحوالہ ایضاً۔

(iii) "اچار چوہوں کا " - " معہ بنجارہ نامہ "

(ا) معنفہ : ولی محمد نظیر، مطبوعہ لکھنؤ ۱۸۶۰ء صفحات ۸ -بحوالہ بلوم ہارٹ (برٹش میوزیم) ک ۳۴۹ -

(ب) " معہ چوہے نامہ " معنفہ : ولی محمد نظیر ، مطبوعہ دہلی ، ۱۸۷۷ء صفحات ۴ -بحوالہ : بلوم ہارٹ (انڈیا آفس) ص ۱۵۴ -

(ج) " چوہوں کا اچار " معنفہ : ولی محمد نظیر ، مطبوعہ دہلی ۱۸۵۱ء صفحات ۴ -بحوالہ : ایضاً

ان تینوں کی مزید اشاعتوں کے لیے : ایضاً ص ۱۵۷ -

(۳۴) اس کی متعدد قدیم اشاعتوں کا ذکر مسعود حسن رضوی ادیب " لکھنؤ کا عوامی اسٹیج " (لکھنؤ ، ۱۹۶۷ء) ص ۵۸ - ۶۸ میں ہے۔

(۳۵) قرآن و تجوید قرآن پر محمد ظہیرالدین بلگرامی کی تصنیف جسے انھوں نے ۱۲۸۴ھ / ۸ - ۱۸۶۷ء میں لکھا ، منزوی ۱۷۳۱ ، آربری (ص ۵۱۸) نے اس کے مصنف کا نام محمد ظہیرالدین خاں تحریر کیا ہے۔ یہ لکھنؤ سے ۱۸۷۰ء میں اور کانپور سے ۱۸۷۴ء میں شائع ہوئی۔ اسٹوری ، ص ۵۶ -

(۳۶) اشاعت اول : مطبع نولکشور ، لکھنؤ ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء -

اشاعت دوم : مطبع نولکشور ، کانپور ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۴ء -بحوالہ ایضاً ؛ و نیز عارف نوشاہی ، ص ۱۹۶ -

(۳۷) ۱۱۹۷ھ / ۱۷۵۳ء - ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۵ء - شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴ھ / ۱۷۰۳ء - ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء) کے تیسرے فرزند ، یہاں باترجمہ متن ، ان کے مترجمہ " موضح قرآن " (۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۱ء) سے ماخوذ ہوگا۔

(۳۸) ۱۱۶۳ھ / ۱۷۴۹ء - ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۷ء ، شاہ ولی اللہ کے دوسرے فرزند جن کا ترجمۂ قرآن پہلی مرتبہ اسلام پریس کلکتہ سے ۱۲۵۴ھ - ۱۲۵۶ھ میں شائع ہوا۔ مولوی عبدالحق " پرانی اردو میں قرآن کے ترجے اور تفسیریں" مشمولہ " اردو " (اورنگ آباد ، جنوری ۱۹۳۷ء) ص ۱۸ -

(۳۹) ان دونوں حضرات کے بارے میں معلوم نہ ہوسکا۔

(۴۰) معروف مجموعۂ احادیث ، جس میں " بخاری " ، " مسلم " ، " موطا " ، " جامع ترمذی " ، "سنن ابوداؤد " اور " نسائی " شامل ہیں۔

(۴۱) شہاب الدین احمد بن علی الخطیب ، قسطلانی (۸۵۲ھ / ۱۴۴۸ء - ۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء) شافعی عالم -یہاں ان کی عربی شرح " صحیح بخاری " ، " ارشاد الساری " مراد ہے ، جو پانچ جلدوں میں نولکشور لکھنؤ سے طبع ہوئی - عبدالرحیم ، ص ۴۲ -

(۴۲) شہاب الدین دولت آبادی (متوفی ۸۴۹ھ/ ۱۴۴۵ء) کی ضخیم تفسیر قرآن ، جو ۱۲۹۷ھ /

۱۸۷۹ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی۔ اسٹوری جلد اول ص ۱۰، قلمی نسخوں اور مآخذ کے لیے: منزوی، جلد ا، ص ۱۳۶ - ۱۳۷ -

(۴۳) امام غزالی (۴۵۱ھ / ۱۰۵۹ء - ۵۰۵ھ / ۱۱۱۱ء) کی تصوف میں معروف تصنیف ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء میں یہ لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی۔ سرکیس، ک ۱۴۰۹ - "مذاق العارفین" کے نام سے اس کا اردو ترجمہ محمد احسن نانوتوی (متوفی ۱۸۹۵ء) نے کیا تھا، جسے مطبع نولکشور لکھنؤ نے چار جلدوں میں ۱۸۶۴ء - ۱۸۶۹ء میں شائع کیا تھا۔ محمد ایوب قادری "مولانا محمد احسن نانوتوی" (کراچی، ۱۹۶۶ء) ص ۱۳۵ - ۱۳۶؛ یہ ترجمہ ۱۸۷۵ء میں بھی شائع ہوا۔ خلیق احمد نظامی، تصنیف مذکور ص ۲۰۲ -

(۴۴) برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی (متوفی ۵۹۳ھ / ۱۱۹۷ء) کی فقۂ حنفی میں معروف تصنیف - مطبع نولکشور کی اشاعت کلکتے کے مطبوعہ نسخے سے منقول تھی۔ عارف، ص ۱۰۹۹ - ۱۱۰۰ -

(۴۵) اورنگ زیب عالمگیر (۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۸ء - ۱۱۱۸ھ / ۱۷۰۷ء) کی ایما پر فقہاء کی ایک جمعیت کا مرتبہ مجموعۂ فتاویٰ، جسے فقۂ حنفی میں اعتبار حاصل ہے۔ یہ ۱۰۷۵ھ / ۱۶۶۴ء اور ۱۰۸۳ھ / ۱۶۷۲ء کے عرصے میں مرتب ہوا۔ تفصیلات کے لیے: زبید احمد تصنیف مذکور، ص ۷۲ - ۷۳؛ محمد اسحاق بھٹی "برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ" (لاہور، ۱۹۷۳ء) ص ۳۴۵ - ۳۶۴؛ و نیز J. SCHACHT

ON THE TITLE OF FATAWA AL - ALAMGIRIYYA

مشمولہ IRAN AND ISLAM، مرتبہ C.E. BOSWORTH (ایڈنبرا، ۱۹۷۱ء) ص ۴۷۵ - ۴۷۸ -

(۴۶) اس کتاب کی صراحت نہیں ہوتی۔ اس نام کی ایک غیر مطبوعہ کتاب کا ذکر عبدالقادر سروری "فہرست اردو مخطوطات کتب خانہ کلیۂ جامعہ عثمانیہ" (حیدرآباد، ۱۹۲۹ء) ص ۵۹ - ۶۰ اور ایک اور کتاب کا ذکر "قاموس" ص ۲۷۸ میں ملتا ہے۔

(۴۷) سیرت رسول اکرم پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ / ۱۵۵۱ء - ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء) کی تصنیف۔ یہ اولاً مطبع مظہرالعجائب لکھنؤ سے ۱۲۷۱ھ - ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۴ء - ۱۸۵۸ء میں (بحوالہ: آربری ص ۲۷۵) اور پھر مطبع نولکشور لکھنؤ سے ۱۸۶۷ء اور پھر ۱۸۸۰ء میں شائع ہوئی۔ بحوالہ: اسٹوری ص ۱۹۵؛ اس کے قلمی نسخوں اور مزید اشاعتوں کے لیے: منزوی، ص ۸۲۸ - ۸۲۹ -

(۴۸) شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیف، جس کا بڑا حصہ مدینہ منورہ کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ یہ مطبع نولکشور لکھنؤ سے ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء میں شائع ہوئی۔ قبل ازیں یہ کلکتے سے ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء اور ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء میں بھی چھپ چکی تھی۔ بحوالہ: عارف ص ۸۳۸ -

(۴۹) اصل نام "مواہب العلیہ"، کمال الدین حسین واعظ کاشفی (متوفی ۹۱۰ھ / ۱۵۰۴ء) کی

تفسیر قرآن حکیم ، جو ۸۹۷ھ / ۱۴۹۱ء اور ۹۰۲ھ / ۱۴۹۶ء کے دوران تصنیف ہوئی۔ فارسی کی متعدد اشاعتوں کے لیے : عارف ص ۱۹۲ - ۱۹۳ ، ۱۰۶۵ - ۱۰۶۷ ، اس کا غالباً اولین اردو ترجمہ بعنوان " تفسیر قادری " دو جلدوں میں مطبع نولکشور لکھنؤ سے ۱۲۹۶ھ - ۱۲۹۸ھ / ۱۸۷۹ء - ۱۸۸۰ء میں شائع ہوا۔ صفحات ۶۳۹ ، ۶۵۸ - بلوم ہارٹ (برٹش میوزیم ، ضمیمہ) ک ۱۷۷ ؛ مزید اردو تراجم کے لیے : ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین " قرآن حکیم کے اردو تراجم " (کراچی ، سنہ ندارد) ص ۲۱۵ -

(۵۰) مجموعۂ احادیث ، جسے رضی الدین حسن بن محمد صغانی (۵۷۷ھ / ۱۱۸۱ء - ۶۵۰ھ / ۱۲۵۲ء) نے مرتب کیا تھا۔

(۵۱) اصلاً " وقایۃ الروایہ فی مسائل الہدایہ " مصنفہ : عبیداللہ المحبوبی (متوفی غالباً ، ۶۳۰ھ / ۱۲۳۲ء کی شرح ، جسے اس کے پوتے عبیداللہ بن مسعود (متوفی ۷۴۷ھ / ۱۳۴۶ء) نے تحریر کیا۔ یہ مطبع نولکشور لکھنؤ سے دو جلدوں میں ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ عارف ص ۲۴۹ - ۲۵۰ ، یہاں دیگر اشاعتوں کا ذکر بھی ہے۔

(۵۲) مسائل و مناسک حج پر مشتمل تصنیف ، جس کا اصل نام " غایۃ الشعور بحج الحج المبرور " ہے۔ مصنف نامعلوم ، لیکن کلکتے سے ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۴ء میں اس کی اولین اشاعت کے وقت وہ زندہ تھا۔ مطبع نولکشور لکھنؤ سے اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء میں شائع ہوا۔ جس پر تقریظ محمد ظہیرالدین بلگرامی نے تحریر کی - تفصیلات کے لیے : آربری ، ص ۱۴۲ ؛ عارف ص ۶۰ ؛ عبدالرحیم ص ۱۵۸ -

(۵۳) تفسیر قرآن جسے عبداللہ بن محمد البیضاوی (متوفی ۶۹۱ھ / ۱۲۹۲ء) اور نے تحریر کیا تھا۔ یہ " انوارالتنزیل و اسرار التاویل " کے نام سے بھی معروف ہے۔ لکھنؤ و بمبئی سے ۱۲۷۷ھ / ۱۸۵۹ء اور ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۴ء میں شائع ہوئی۔ سرکیس ک ۶۱۸ -

(۵۴) مجموعۂ احادیث - متن کے مرتب مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱ھ / ۸۷۴ء) اور شرح " المنہاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج " کے مصنف ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی (متوفی ۶۷۶ھ / ۱۲۷۷ء) ہیں۔ مطبع نولکشور کی اشاعتوں کی تفصیلات دستیاب نہیں ، ویسے " صحیح مسلم " کلکتے سے دو جلدوں میں مولوی عبدالرحیم بن عبدالکریم صفی پوری کے تحشیہ و تصحیح کے ساتھ ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۸ء میں اور دہلی سے مع " شرح نووی " ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء میں شائع ہوئی " فہرست مشروح " حصہ اول ص ۴۹۷ ، ۵۳۰ - ۵۳۱ -

(۵۵) محمد بن اسمٰعیل بخاری (۱۹۴ھ / ۸۰۹ء - ۲۵۶ھ / ۸۷۰ء) کا مرتبہ معروف مجموعۂ احادیث " صحیح بخاری الجامع الصحیح " ـــــــ یہ بمبئی سے ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۳ء میں اور دہلی سے ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۴ء اور ۱۸۹۰ء میں شائع ہوئی۔ سرکیس ، ک ۵۳۵ ؛ ان کے علاوہ بمبئی سے اس کے نصف اول کی اشاعت ۱۲۶۸ھ / ۱۸۵۲ء میں مطبع احمدی دہلی سے ۱۲۶۸ھ / ۱۸۵۲ء میں

مولوی احمد علی سہارنپوری (متوفی ۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء) کی تصحیح کے ساتھ اور پھر اسی کے دوسری مرتبہ میرٹھ سے ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۷ء میں اور بعد ازآں دو جلدوں میں لکھنؤ (غالباً مطبع نولکشور) سے ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء میں شائع ہونے کی تفصیلات ملتی ہیں۔ " فہرست مشروح .... ج اول ، ص ۵۰۱ - ۵۰۲ اس کی شرح " ارشاد الساری " کی اشاعت کا ذکر درج بالا ۴۱ کے تحت ہو چکا ہے۔

(۵۶) دس جلدوں میں اس اشاعت کی سند نہیں مل سکی۔

(۵۷) " مشارق الانوار " بہ ذیل بالا ۵۰ ؛ و نیز اس کا اردو ترجمہ خرم علی بلہوری (متوفی ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء) نے ۱۲۴۹ھ / ۱۸۳۳ء میں کیا تھا ، جو متعدد بار شائع ہوا۔ اس کی اولین اشاعت مطبع محمدی لکھنؤ سے ۱۲۵۲ھ / ۱۸۳۶ء میں ہوئی۔ بحوالہ : محمد ایوب قادری " اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ " (لاہور ، ۱۹۸۸ء) ص ۱۵۹ ؛ پھر یہ کانپور سے ۱۸۵۲ء میں اور مطبع محمدی بمبئی سے ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء میں اور ۱۸۷۵ء میں اور مطبع نولکشور لکھنؤ سے ۱۸۷۰ء میں شائع ہوا۔ تفصیلات اور مزید اشاعتوں کے لیے : بلوم ہارٹ (انڈیا آفس) ص ۲۵۹ ؛ ایضاً (انڈیا آفس ، ضمیمہ) ص ۱۰۷ ؛ بلوم ہارٹ (برٹش میوزیم ، ضمیمہ) ک ۱۹۷ ؛ " قاموس " ص ۱۳۸ - ۱۳۹ ۔

(۵۸) یہ دراصل " مجموعۂ واقدی " ہے ، جو یہاں مذکور تین کتب بشمول " مغازی الرسول " پر مشتمل ابو عبداللہ محمد بن عمر الواقدی (۱۳۰ھ / ۷۴۷ء - ۲۰۷ھ / ۸۲۲ء) سے منسوب ہے۔ تفصیلات کے لیے : حاجی خلیفہ " کشف الظنون " جلد دوم (استنبول ، ۱۹۴۳ء) ک ۱۹۰۸ء ؛ ان کی مشترکہ اشاعت مطبع نولکشور لکھنؤ سے ۱۸۷۹ء میں ہوئی۔ " فہرست مشروح .... " حصہ اول ، ص ۲۸۶ ؛ ان کے تراجم اردو میں علیحدہ علیحدہ شائع ہوئے۔ " قاموس " ص ۷۸۰ ، ۷۸۶ ، ۷۸۸ ؛ بعد میں یہ مجموعۂ " فتوحات واقدی " کے نام سے جعفر علی نگینوی کے ترجمہ و تصحیح کے بعد شائع ہوئے ۔ " فہرستِ کتبِ کلاں ، تیج کمار بک ڈپو ، یعنی نولکشور پریس لکھنؤ و کانپور کا نایاب علمی ذخیرہ کتب " (لکھنؤ ، ۱۹۵۲ء) ص ۱۸ ۔

(۵۹) " مختصر الوقایہ " (ملاحظہ فرمائیے ، درج بالا ۵۱) کی شرح ، جسے شمس الدین محمد خراسانی القوہستانی (متوفی ۹۶۲ھ / ۱۵۵۴ء) نے ۹۴۱ھ / ۱۵۳۴ء میں تصنیف کیا ۔ سرکیس ، ک ۱۵۳۳ ؛ یہ کلکتہ سے ۱۸۵۸ء اور ۱۸۶۷ء میں اور لکھنؤ سے ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی۔ ایضاً و نیز فہرست مشروح .... حصہ دوم ص ۱۵۰ ۔

(۶۰) اس اشاعت کی تفصیلات دستیاب نہیں۔

(۶۱) علامہ جاراللہ زمخشری (۴۶۷ھ / ۱۰۷۴ء - ۵۳۸ھ / ۱۱۴۳ء) کی تصنیف " حقائق التنزیل کا خلاصہ ، جو لکھنؤ (مطبع نولکشور) سے ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء میں شائع ہوا۔ سرکیس ، ک ۱۲۰۳ ۔

(۶۲) " الکشاف عن حقائق التنزیل " ، زمخشری (مذکورہ بالا) کی تفسیر قرآن ، جو قبل ازیں کلکتے سے

دو جلدوں میں ۱۸۵۶ء - ۱۸۵۹ء میں شائع ہوئی۔ ایضاً ، ک ۹۷۵ ؛ مطبع نولکشور سے اس کی اشاعت کی تفصیلات دستیاب نہیں۔

(۶۳) فقہ حنفی کا مشہور و متداول متن ، جسے ابوالبرکات نسفی (متوفی ۷۱۰ھ / ۱۳۱۰ء) نے مرتب کیا تھا۔ اولاً یہ کتاب مطبع احمدی دہلی سے ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء میں ، اور مطبع محمدی دہلی سے ۱۸۷۰ء میں اور پھر مطبع نولکشور لکھنؤ سے ۱۸۷۵ء میں شائع ہوئی۔ آربری ، ص ۲۴۰ ونیز " فہرست مشروح ...." حصہ دوم ، ص ۱۸۲ ۔

(۶۴) جمال الدین محمد طاہر پٹنی (۹۱۴ھ / ۱۵۰۱ء - ۹۸۶ھ / ۱۵۷۸ء) کی آیات قرآن اور احادیث کی تشریحات پر مشتمل مشہور تصنیف " مجمع بحارالانوار فی غرائب التنزیل و لطائف الاخبار " ، جو لکھنؤ (مطبع نولکشور ؟) سے اولاً ۱۲۶۸ھ / ۱۸۶۱ء اور پھر ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۷ء میں شائع ہوئی۔ سرکیس ، ک ۱۱۶۱ ۔

(۶۵) " تحفۃ العجم " کے نام سے یہ ترجمہ سلطان محمد خاں نے کیا تھا ، جو مطبع نولکشور لکھنؤ سے کئی بار شائع ہوا۔ " فہرست کلاں .... " ص ۶۰ ، اس کا ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء کا ایڈیشن " کتب خانۂ آصفیہ " حیدر آباد دکن میں موجود تھا۔ " قاموس " ص ۲۵۳ ، بعض دیگر تراجم کا ذکر محمد ایوب قادری " مولانا احسن نانوتوی " ص ۶۱ ، ۷۸ ، ۱۳۷ - ۱۳۹ میں ہے۔ اس کے فارسی تراجم کے لیے : عارف ص ۲۳۸ - ۲۳۹ ، ۱۰۹۳ - ۱۰۹۴ ۔

(۶۶) یہ ترجمہ خواجہ عبدالمجید نے " منہاج النبوۃ " کے نام سے کیا تھا ، جو مطبع نولکشور لکھنؤ سے ۱۸۸۹ء میں بھی شائع ہوا۔ " قاموس " ص ۱۳۷ اصل فارسی متن کی اشاعتوں کا ذکر درج بالا ۴۷ کے تحت کیا گیا ہے۔

(۶۷) تصنیف کردہ علامہ بدرالدین عینی (متوفی ۸۵۵ھ / ۱۴۵۱ء) ، سات جلدوں پر مشتمل " ہدایہ " (تفصیل کے لیے درج بالا ۴۴) کی شرح ۔ تفصیلات کے لیے : عبدالرحیم ، ص ۸۲ - ۸۳ ، ۸۷ ؛ " فہرست مشروح .... " حصہ دوم ، ص ۱۷۲ - ۱۷۴ ؛ یہ چار جلدوں میں لکھنؤ (مطبع نولکشور ؟) سے ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء میں شائع ہوئی۔ " فہرست کتب عربی و فارسی و اردو ، مخزونہ کتب خانۂ آصفیہ .... " (حیدرآباد دکن ، ۱۳۴۷ھ) ص ۴۳۶ ۔

(۶۸) علامہ ابن ہمام (۷۸۸ھ / ۱۳۸۶ھ - ۸۶۱ھ / ۱۴۵۷ء) کی فقہ حنفی پر تصنیف ۔ تفصیلات کے لیے : عمر رضا کحالہ " معجم المؤلفین " جلد ۱۰ (بیروت ، ۱۹۵۷) ص ۲۶۴ ۔ اس کی اشاعت لکھنؤ کی تفصیل دستیاب نہیں۔

(۶۹) اس فہرست کی تفصیلات نہ مل سکیں۔

(۷۰) خاوند شاہ ایرانی معروف بہ میرخوند (۸۳۶ھ / ۱۴۳۲ء - ۹۰۳ھ / ۱۴۹۸ء) کی تاریخ انبیاء و خلفاء و سلاطین ۔ مطبع نولکشور لکھنؤ سے یہ ۱۸۷۴ء اور ۱۸۸۳ء میں شائع ہوئی۔ اس کے قلمی نسخوں اور مزید اشاعتوں کے لیے استوری ، ص ۹۲ - ۹۵ ؛ منزوی ، ص ۵۲۲ - ۵۳۵ ؛

آبری ص ۴۲۵ - ۴۲۶ ؛ واجد علی شاہ کے حکم سے سعادت خاں ناصر (مصنف : " تذکرہ خوش معرکۂ زیبا ") نے ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۴ء میں اس کا ترجمہ " روضۃ السیر " کے نام سے اردو میں کیا تھا۔ تفصیلات کے لیے مسعود حسن رضوی ادیب " شاہانِ اودھ کا علمی و ادبی ذوق" ص ۱۹۹ ؛ و نیز مشفق خواجہ ، مقدمہ "تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا" جلد اول (لاہور ، ۱۹۷۰ء) ص ۳۲ -

(۷۱) قبل ازیں یہ بمبئی سے ۱۲۶۶ھ / ۱۸۴۰ء میں ـآبری ، ص ۴۲۵ اور پھر ۱۸۴۵ء اور ۱۸۴۸ء میں شائع ہوئی۔ اسٹوری ، ص ۹۵ ۔

(۷۲) مراد واجد علی شاہ سے ہے ، جو اودھ پر ۱۸۴۷ء سے ۱۸۵۶ء تک حکمراں رہے۔ امجد علی شاہ (۱۸۴۲ء - ۱۸۴۷ء) کے فرزند تھے۔ ۱۷۲۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۸۷ء میں انتقال کیا۔ ۱۸۵۶ء میں الحاق اودھ کے بعد کلکتے میں بحیثیت وظیفہ یاب رہے اور وہیں فوت ہوئے۔ اردو و فارسی میں متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ شاعر بھی تھے ۔ تخلص اختر تھا۔ حالات اور ادبی و علمی خدمات پر متعدد ماخذمیں سے مسعود حسن رضوی " سلطان عالم واجد علی شاہ - ایک تاریخی مرقع " (لکھنؤ ، ۱۹۷۷ء) زیادہ ہمہ جہت و معلوماتی ہے۔

(۷۳) غالباً " تفسیر زادالآخرہ منظوم " مراد ہے ، جو قاضی عبدالسلام عباسی محدث بدایونی (۱۲۰۱ھ / ۱۷۸۶ء - ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء) نے نظم کی تھی۔ مطبع نولکشور لکھنؤ سے یہ ۱۸۶۸ء میں شائع ہوئی۔ " قاموس " ص ۲۷ ؛ و نیز محمد رضی الدین بسمل "تذکرۃ الواصلین " (بدایوں ، ۱۹۰۰ء) ص ۲۵۲ - ۲۵۳ -

(۷۴) امام غزالی کی تصنیف " احیاء العلوم " کا خلاصہ ۔ مطبع نولکشور لکھنؤ سے یہ ۱۲۷۹ھ / ۱۸۶۲ء میں شائع ہوا۔ "فہرست کتب سید علی بلگرامی " ص ۸۰ -

(۷۵) یہ ترجمہ مولانا فخرالدین فرنگی محلی (متوفی ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء) نے کیا تھا ، مطبع نولکشور لکھنؤ سے یہ ۱۸۹۰ء میں بھی شائع ہوا۔ سجاد مرزا بیگ " الفہرست " (حیدرآباد دکن ، ۱۹۲۳ء) ص ۶۸ -

(۷۶) ان دونوں کا ذکر درج بالا ۷۴ اور ۶۶ کے تحت کیا گیا ہے۔